ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تالیف

مفتی شکیل منصور القاسمی

ناشر

مرکز البحوث الاسلامیہ العالمی

تفصیلات

❖ کتاب کا نام : ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

❖ تالیف : مفتی شکیل منصور القاسمی

❖ اشاعت : یکم ربیع الاول ۱۴۴۵ھ

❖ ناشر : مرکز البحوث الاسلامیہ العالمی

❖ قیمت :

❖ کمپوزنگ : قاسمی گرافکس روسڑا (8899979171)

محمد ذوالقرنین قاسمی بیگوسرائیوی

فہرست مضامین

عناوین | صفحہ

- حرف اولین ---------- ٨
- باب اوّل ١٠
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ کی سیرت واحوال ---------- //
- نسب نامہ رسول والد کی جانب سے ---------- //
- نسب نامہ مادری ---------- //
- ولادت ---------- //
- برکات ولادت ---------- ١١
- دودھ پلانے والی ---------- //
- پرورش کرنے والی ---------- //
- یتیمی ---------- //
- نکاح ---------- //
- تعمیر بیت اللہ ---------- //
- عطاء نبوت ---------- ١٢
- حزن وغم کا سال ---------- //
- معراج ---------- //
- ہجرت ---------- //
- اقامت مدینہ ---------- //

- وفات ---------- ۱۲
- ازواج مطہرات ---------- //
- اولادرسول ---------- ۱۴
- چچااور پھوپھیاں ---------- //
- پھوپھیاں ---------- //
- غلامان ---------- ۱۵
- باندیاں ---------- //
- خادمان ---------- //
- چوکیداران ---------- //
- کاتبین ---------- ۱۶
- نجباء (مخصوص صحابہ) ---------- //
- عشرہ مبشرہ ---------- //
- غزوات وسرایا ---------- //
- حج وعمرے ---------- //
- گھوڑے ---------- //
- خچر ---------- ۱۷
- گائے بھینس ---------- //
- بکریاں ---------- //
- مرغ ---------- //
- تلوار ---------- //
- نیزے ---------- ۱۸

- لاٹھی ۱۸
- کمان وترکش .... //
- ذرہ .... //
- خود .... //
- پٹی .... //
- آپ کے کپڑے وانگوٹھی ۱۹
- حلیہ شریف .... //
- باب دوم: ۲۱
- خاندان نبوت کی تفصیل .... //
- 1۔خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا .... //
- 2۔حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ۲۲
- 3۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۳
- 4۔حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی رضی اللہ عنہ ۲۴
- 5۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ رضی اللہ عنہ .... //
- 6۔حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ مخزومیہ رضی اللہ عنہا ۲۵
- 7۔زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا .... //
- 8۔جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ۲۶
- 9۔حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا .... //
- 10۔حضرت ام حبیبہ (رملہ) بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا .... //
- 11۔حضرت میمونہ بنت حارث الہلالیہ رضی اللہ عنہا ۲۷

❑ کم سنی میں حضرت عائشہ - رضی اللہ عنہا - کا نکاح: تحقیق وتجزیہ.............. ۲۸
❑ اولادرسول کے مختصر احوال ---------------------------- ۳۸
❑ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ---------------------------- //
❑ 1: حضرت قاسم رضی اللہ تعالی عنہ ---------------------------- //
❑ 2: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ .... //
❑ 3: حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ .... //
❑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ۳۹
❑ 1: حضرت زینب رضی اللہ عنہا ---------------------------- ۴۰
❑ 2: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ۴۱
❑ 3: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا .... //
❑ 4: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ۴۲
❑ باب سوم: ۴۴
❑ اخلاق، عادات وخصائل ---------------------------- //
❑ 1: صداقت وامانت ---------------------------- //
❑ امانت ۴۷
❑ 2: شفقت ورحمت ---------------------------- ۴۹
❑ 3: عدل وانصاف ۵۲
❑ 4: عفوودرگزر ۵۴
❑ 5: شجاعت وبہادری ۵۹
❑ 6: تواضع وانکسار ۶۲

- 7: جود وسخاء ۶۳
- 8: شرم وحیاء ۶۷
- 9: زہد وقناعت ۶۹
- 10: صبر واستقلال ۷۳
- باب چہارم ۷۶
- نعت ومنقبت درشان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ------------------ //
- خاتمہ ------------------------------- ۱۳۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف اولین

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

رب دو جہاں کا احسان عظیم ہے کہ اس نے اس سسکتی، چیختی، کراہتی اور جاں بہ لب دنیائے انسانیت میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور ہادی عالم بنا کر ایک نسخہ کیمیا لیکر بھیجا، آپ کی بعثت سے مردہ دلوں میں جان آ گئی، ایمان، اور اقدار واخلاق کے لحاظ سے سوکھی اور بنجر زمین ایک آن میں لہلہا اٹھی، اس رسول عربی نے زندگی کے ہر شعبے اور ہر پہلو کے بارے میں افراط وتفریط سے پاک انتہائی معقول، معتدل، متوازن اور بہترین راستے بتائے، صرف زبانی کلامی نہیں؛ بلکہ اپنی سیرت وکردار سے بنی نوع انسانی کے ہر طبقے کے لئے انفرادی واجتماعی ہدایات دیں جو تا قیامت "چراغ راہ" کی حیثیت سے اسوہ ونمونہ عمل رہیں گی، اس نبی کی زندگی کھلی کتاب ہے، کوئی گوشہ پردہ خفاء میں (پرائیویٹ) نہیں، اس نبی پہ اور اس کے ختم نبوت پہ ایمان لانا، اس کے اخلاق وکردار سے آگاہی حاصل کرنا، اس سے دلی محبت کرنا، اس کی اطاعت واتباع کرنا، اس کے حکم پر سر تسلیم خم کرنا، اس کی دعوت کو عام کرنا اور اس پہ زیادہ سے زیادہ درود وسلام بھیجنا ہر مسلمان کے لئے فریضہ ایمانی ہے اور جس پر ہماری فلاح ونجات کا دارومدار ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت جس قدر قوی ومستحکم ہوگی آپ سے محبت بھی اسی قدر شدید ہوگی، معرفت کی کمی سے آپ کی

محبت میں کمی واقع ہوگی، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت اور آپ کی عظمت و برتری کے احساس کو بیدار کرنے اور اسے اپنے ذہن ودماغ اور سیرت وکردار میں پروان چڑھانے کے لیے آپ کی سیرت پاک کا مطالعہ نہایت ضروری ہے، الحمدللہ دنیا کی تقریباً ہر اہم زبان میں آپ کی سیرت پاک سے متعلق مستند ومعتبر چھوٹی وبڑی کتابیں موجود ہیں، جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ اور حیات طیبہ سے آگاہی حاصل کی جارہی ہے۔

زیر نظر رسالہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس میں سیرت نبوی سے متعلق مفصل ابحاث کو انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ نسل نو خصوصاً اسکول وکالجز کے طلبہ کے لئے لئے استفادہ آسان ہو سکے اور بچوں کی اٹھان اور نشو ونما اسلامی خطوط اور محبت رسول پہ ہو سکے اور زندگی کے کسی اگلے مرحلے میں کوئی نظریہ اور کوئی شخص "ذہنی اغوا" کر بچوں کو ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ یا ان کی سیرت کے خلاف ذہن سازی نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر سی محنت کو قبول فرما کر میرے اور میرے والدین کے لئے ذخیرہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے اور روز قیامت شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، آمین

شکیل منصور القاسمی

سیّد پور، بیگوسرائے

یکم ربیع الاول ۱۴۴۵ھ بروز اتوار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ کی سیرت واحوال)

نسب نامہ رسول والد کی جانب سے

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

یہاں تک متفق علیہ نسب نامہ ہے۔اس سے اوپر آدم علیہ السلام تک کے نسب نامہ میں شدید اختلاف ہے۔

نسب نامہ مادری

محمد بن آمنہ بنت وھب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ (چھٹی پشت کلاب پہ آپ کا پدری و مادری نسب مل جاتا ہے)

ولادت

شعب بنی ھاشم میں سموار کی صبح 9 ربیع الاول اصحاب فیل کی ہلاکت کے سال۔ موافق 20 اپریل 571 عیسوی۔(بعض روایت میں 12 ربیع الاول کا بھی قول ہے)

برکات ولادت

ولادت کی رات شاہ فارس کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا۔ اور اس کے 14 کنگرے گر گئے ۔اور ایک ہزار برس سے روشن آگ خود بخود بجھ گئی جس کی وہ لوگ عبادت کیا کرتے تھے۔

دودھ پلانے والی

ابوذ ویب کی بیٹی حلیمہ۔اوراورابولہب کی باندی ثُوَیبَہ ۔

پرورش کرنے والی

ام ایمن حبشیہ ،جس کا نام برکہ تھا۔آپ کے والد حضرت عبداللہ نے اسے ترکہ میں چھوڑا تھا۔آپ نے بڑے ہوکر برکہ کوآزاد کردیااور زید بن حارثہ سے اس کا نکاح کردیا۔

یتیمی

والد کا انتقال ہوگیا جبکہ آپ بطن مادر میں تھے۔6 سال کی عمر میں والدہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ پھر دادا عبدالمطلب کی کفالت میں گئے ۔آٹھ سال دوماہ دس دن کے ہوئےتو دادا کا انتقال ہوگیا۔ پھر چچاابوطالب نے آپ کی کفالت کی ۔

نکاح

پچیس سال دوماہ دس دن کے ہوئے تو خدیجہ بنت خویلد سے آپ نے نکاح فرمایا۔خدیجہ کی عمر40 سال تھی ۔

ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا ورقہ بن نوفل (خدیجہ کے چچازاد بھائی) نے ایجاب کروایا۔ابوطالب نے اپنے مال میں سے حضورکا مہر20اونٹ مقررفرمایا۔

تعمیر بیت اللہ

35 سال کے ہوئےتوتعمیر بیت اللہ میں قریش کے ساتھ شریک ہوئے اوراپنے دست مبارک سے حجر اسود کواس کی اپنی جگہ رکھا۔

عطاءِ نبوت

چالیس سال ایک روز کے ہوئے تو 8 ربیع الاول بروز پیر غار حراء میں جبرئیل وحی لیکر آئے اور خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت بخشی۔ اور سورہ اقرا کی 5 آیتیں نازل ہوئیں۔

حزن وغم کا سال

نبوت کے دسواں سال ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ اوراس کے تین دن بعد خدیجہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس لئے یہ سال عام الحزن کہلا یا۔

معراج

51 سال 9 ماہ کے ہوئے تو اللہ نے آپ کو معراج عطا فرمائی کہ اول زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان سے فرشتے آپ کو اٹھا کر بیت المقدس لے گئے۔ اور پھر وہاں براق حاضر کیا۔ آپ براق پر سوار ہو کر ساتوں آسمان تک پہنچائے گئے۔ اور وہاں پانچوں نمازیں فرض ہوئیں۔

ہجرت

53 سال کی عمر میں آپ کو مکہ چھوڑنے کا حکم ہوا۔ اور 8 ربیع الاول موافق 16 ستمبر 622 عیسوی کو مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔

اقامت مدینہ

سموار کے روز آپ مدینہ داخل ہوئے اور وہاں دس سال قیام فرما کر انتقال فرمایا۔

وفات

63 سال کی عمر میں پیر کے دن 12 ربیع الاول چاشت کے وقت آپ کی وفات

ہوئی۔

14 دن بیمار رہے۔ بدھ کی رات میں دفن ہوا۔ امور خلافت طے کرنے اور صحابہ کرام کی وفات رسول پہ نا قابل بیان حواس باختگی کی وجہ سے تدفین میں تھوڑی تاخیر ہو گئی۔

غسل دینے میں حضرت علی ۔حضرت عباس۔ فضل بن عباس۔ قثم بن عباس (بضم القاف وفتح الثاء)۔آپ کے غلام شقران (بضم الشین)۔اسامہ اور اوس بن خولہ شریک رہے۔

یمن کے گاوں سحولی کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دیا گیا۔جس میں دو چادریں اور ایک کرتا تھا (ابن عباس)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ سب نے تنہا تنہا پڑھی۔نماز میں صرف صلات وسلام کے کلمات پڑھے گئے۔

قبر مبارک آپ کی سرخ دھاری دار چادر جسے آپ حالت حیات میں اوڑھا کرتے تھے بچھائی گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بغلی قبر کھودی گئی۔ اور 9 کچی اینٹیں لگائی گئیں۔حجرہ عائشہ میں آپ مدفون ہوئے۔

ازواج مطہرات

1۔۔خدیجہ بنت خویلد 2۔۔۔سودہ بنت زمعہ

3۔۔عائشہ بنت ابوبکر 4۔۔۔حفصہ بنت عمر بن خطاب

5۔۔۔زینب بنت خزیمہ 6۔۔۔ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ

7۔۔زینب بنت جحش 8۔۔۔جویریہ بنت حارث

9۔۔ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان 10۔۔صفیہ بنت حیی بن اخطب

11۔۔میمونہ بنت الحارث۔

ان میں خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں۔باقی 9ازواج آپ کے انتقال کے وقت موجود تھیں۔

اولادرسول

1۔۔قاسم 2۔۔۔عبداللہ(لقب:طیب،طاہر)

3۔۔۔ابراھیم(ماریہ قبطیہ سے)4۔۔۔زینب

5۔۔۔رقیہ 6۔۔۔ام کلثوم

7۔۔۔فاطمہ۔

لڑکے سب بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔لڑکیاں زمانہ اسلام پائیں۔ہجرت کیں۔لیکن آپ کی زندگی ہی میں سب وفات پا گئیں۔صرف حضرت فاطمہ زندہ رہیں۔اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ ماہ بعد وفات پائیں۔آپ کی اولاد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی سے آگے بڑھی۔

چچااور پھوپھیاں

1۔۔۔حارث 2۔۔۔زبیر

3۔۔۔ابوطالب 4۔۔۔حمزہ

5۔۔ابولہب 6۔۔۔غیداق(بفتح الغین)

7۔۔مقوم 8۔۔۔ضرار

9۔۔۔عباس 10۔۔قثم

پھوپھیاں

1۔۔ام حکیم بیضاء 2۔۔۔برہ

3۔۔عاتکہ 4۔۔صفیہ

5۔۔اروی 6۔۔امیمہ

حمزہ۔عباس۔صفیہ مشرف باسلام ہوئیں۔اوربس۔

غلامان

زید بن حارثہ۔ اسامہ۔ ثوبان۔ ابوکبشہ۔ انیسہ ۔شقران۔ رباح۔ یسار۔ ابورافع۔ ابومویھہ ۔قضالہ۔رافع۔ مدعم۔ کرکرہ۔۔زید (ہلال بن یسار کے دادا) عبید۔طہمان۔ مابورقبطی۔واقد۔ ھشام۔ ابوضمیر۔ ابوعسیب ۔ ابوعبید۔ ابوسفینہ۔ ابوہند۔انجشہ ۔ابوامامہ۔

باندیاں

سلمی۔ام رافع ۔رضوی۔ امیمہ۔ام ضمیر۔ ماریہ۔شیرین۔ام ایمن۔ریحانہ۔ میمونہ۔خضرہ۔حویلہ۔

خادمان

انس بن مالک ۔ھند۔ اسماء (دختران حارثہ) ربیعہ بن کعب۔عبد اللہ بن مسعود۔عقبہ بن عامر۔بلال ۔سعد۔ذومخمر ۔۔بکیر بن شداخ۔ابوذرغفاری۔

چوکیداران

سعد بن معاذ۔۔ ذکوان۔۔محمد بن مسلمہ۔ زبیر۔عبادہ بن بشیر۔سعد بن ابی وقاص۔ابوایوب۔بلال۔

کاتبین

ابوبکر۔عمر۔عثمان۔علی۔ عامر بن فہیر ہ۔عبداللہ بن ارقم۔ابی بن کعب۔ثابت بن قیس۔خالد بن سعید۔حنظلہ بن ربیع۔ زید بن ثابت۔۔معاویہ۔۔شرحبیل بن حسنہ۔

نجباء (مخصوص صحابہ)

خلفاء اربعہ ۔حمزہ۔جعفر۔ابوذر۔۔مقداد۔سلمان۔حذیفہ ۔۔عبد اللہ بن مسعود۔عمار۔بلال۔۔

عشرہ مبشرہ

خلفاء اربعہ۔سعد بن ابی وقاص۔۔زبیر بن عوام۔عبدالرحمن بن عوف۔طلحہ بن عبیداللہ۔ابوعبیدہ بن الجراح۔سعید بن زید۔رضی اللہ عنھم اجمعین۔

غزوات وسرایا

غزوات کل 27 ہوئیں۔ جنگ صرف 7 یا 10 میں ہوئی : بدر۔احد۔خندق۔ بنوقریضہ۔بنو مصطلق ۔خیبر۔طائف۔

(ایک روایت کے بموجب وادی القری۔غابہ۔بنونظیر میں بھی جنگ ہوئی۔)

اسلامی لشکر کی روانگی (سریہ) جس میں آپ خود تشریف نہیں لے گئے 50 کے قریب ہیں۔

حج وعمرے

دوحج نفل کئے۔فرضیت حج کے بعد آپ نے صرف ایک حج فرمایا۔

کل 4 عمرے آپ نے ادا فرمائے۔

گھوڑے

دس گھوڑے تھے (عدد میں اختلاف ہے)

سکب ۔مرتجز (بکسر الجیم) لزاز (بالتشدید) ۔۔لحیف۔۔ظرب (بکسر الراء) ۔۔۔ورد۔۔ضریس۔۔ ملاوح (بضم المیم وکسر الواو) سبحہ (ماانت الاسبحہ چھوڑ دور کے موقع سے فرمایا تھا) ۔۔۔بحر۔

خچر

تین خچر تھے۔

دلدل۔۔ (مقوقس نے ھدیہ دئا تھا) فضہ۔۔(ابوبکر نے ھدیہ دیا تھا)۔۔۔

ایلیاء (ایلیاء کے بادشاہ نے ھدیہ دیا تھا)۔۔

گائے بھینس

گائے بھینس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہونا منقول نہیں۔البتہ 20 عدد اونٹنیاں دودھ والی تھیں۔جو غابہ نامی جگہ (قریب من المدینہ) میں رہتی تھیں۔

ایک اونٹنی قصواء نامی تھی جو سفر ہجرت میں مستعمل ہوئی۔اورنزول وحی کے وقت صرف یہی آپ کو برداشت کرسکتی تھی۔

بکریاں

ایک سو بکریاں آپ کے پاس تھیں۔البتہ دودھ پینے کے لئے ایک مخصوص بکری تھی۔

مرغ

ایک سفید مرغ تھا جو صبح کو اذان دیتا تھا۔

تلوار

9 عدد تلواریں تھیں۔

ذوالفقار۔۔قلعی (بضم القاف وفتح الاخریین)۔بتار (بتشدید التاء)۔حتف ۔۔مخذم (بکسر المیم)۔

رسوب۔عضب (تیز کاٹنے والی)۔قضیب۔۔ماثور۔۔

نیزے

چار عدد نیزے تھے

ایک کا نام مثنی تھا

ایک نیم نیزہ تھا جو عیدین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اٹھایا جاتا تھا۔ایک سرمڑی ہوئی چھوڑی ایک ہاتھ لانبی تھی۔

لاٹھی

دوعدد لاٹھی تھی۔

ایک چھوٹی لٹھیا تھی۔جس کا نام عرجون تھا۔ایک پتلی لاٹھی تھی اس کا نام ممشوق تھا۔

کمان وترکش

4 کمانیں تھیں۔ایک ترکش اور ایک ڈھال۔

ذرہ

تین عدد تھے۔

سعدیہ بضم السین۔۔فصہ۔۔ذات الفضول۔

(ذرہ داؤدی۔کا قول بھی ہے۔جس کو حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کرنے کے دن پہنا تھا۔جو روحا سے مشہور رہے)۔

خود

ذوالسبوغ نامی ایک عدد خود تھا۔

پٹی

کمر میں باندھنے کے لئے ایک چمڑے کی پٹی بھی تھی۔

آپ کے کپڑے وانگوٹھی

ایک یمانی لنگی دوصحاری جوڑے۔دوکرتے۔(ایک سحولی۔ایک صحاری)۔۔ ایک یمنی چوغہ۔(جبہ)۔ایک منقش چادر۔(خمیصہ) چارعددٹوپی۔دویمنی چادر (حَبرہ)۔۔ایک سفید کملی اورایک سیاہ۔۔ایک لحاف۔

ایک چاندی کی انگوٹھی تھی جس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔اس کا نگ بھی چاندی کا تھا۔دوعددسادہ موزے تھے۔جنہیں نجاشی نے ھدیہ کیا تھا۔ایک سیاہ عمامہ تھا جسے فتح مکہ کے دن باندھ کے تشریف لائے تھے۔وضو کے بعد روئے مبارک کے بال پوچھنے کے لئے ایک رومال تھا

چھوٹے بڑے پیالے چار عدد تھے۔برتن چھوٹے بڑے دو عدد۔۔مد (صاع) ایک عدد۔۔۔جمعہ کے لئے دوعدد جوڑے مخصوص تھے۔

حلیہ شریف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد درمیانی تھا۔رنگ سرخی مائل سفید تھا۔سینہ چوڑا تھا۔بال کان کی لوتک رہتے تھے۔سر اور ڈاڑھی ملاکر تقریبا 20 بیس بال سفید تھے۔چودھویں کے چاند کی طرح روئے مبارک چمکتا تھا۔چھریرے بدن کے تھے۔سرمگیں آنکھیں تھیں۔خاموش رہتے تو آپ پر ہیبت و بزرگی ظاہر ہوتی اور بات کرتے تو لطف ونزاکت ظاہر ہوتی۔کوئی دور سے آپ کو دیکھتا تو جمال جمال ونزاکت کا ادراک کرتا۔اور نزدیک سے دیکھتا تو ملاحت شیرینی پاتا۔شیریں گفتار تھے۔ کشادہ پیشانی ابرو باریک اور دراز تھی باہم پیوستہ نہ تھی۔ناک لمبی تھی۔رخسار نرم تھا۔ منہ کشادہ تھا۔دانت کشادہ و چمکدار تھے۔دونوں کندھے کے درمیان مہرنبوت تھی۔ سینے سے ناف کی طرف بال کی ایک لمبی دھاری تھی۔بدن پر بال نہیں تھے۔دونوں ہتھیلی اور قدم گداز تھے۔آپ کا وصف بیان کرنے والا کہا کرتا تھا کہ حضرت سے

زیادہ حسین نہ ان سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

وأحسن منك لم تر قط عيني
وأجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرءا من كل عيب
كأنك قد خلقت كما تشاء

(یہاں تک مسند الھند حضرت شاہ ولی اللہ الدھلوی کی "سرور المحزون" (فارسی) کا عطر وخلاصہ ہے، زاد المعاد، مواھب لدنیہ اور شرح زرقانی سے بھی استفادہ کیا گیا ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم
(خاندان نبوت کی تفصیل)

1۔خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا:۔

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب القرشیہ الاسدیہ، قصی پر پہنچ کر آپ کا خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مل جاتا ہے۔

والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا اور لوی بن غالب کے دوسرے بیٹے عامر کی اولاد تھیں۔

یہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی تھیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل نکاح کیا۔اس وقت آپ کی عمر 25 سال تھی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت 40 سال کی بیوہ تھیں، ان کی پہلی شادی ابو ہالہ بن زرارہ سے ہوئی تھی، ان سے آپ کے یہاں دو بیٹے پیدا ہوئے ہند اور ہالہ، ان کے انتقال کے بعد عتیق بن عائذ کے نکاح میں آئیں۔عتیق کے انتقال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہوئیں [الاصابۃ: ج:۸،ص:۹۹]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت خدیجہ کے یہاں چھ اولاد ہوئیں جن میں دو بیٹے تھے اور چار بیٹیاں تھیں:

ا: قاسم بن محمد ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے بیٹے تھے، انہی کے نام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو القاسم تھی، صغرسنی میں مکہ میں انتقال کیا، اس وقت

پیروں پر چلنے لگے تھے۔

۲۔زینب بنت محمد،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔

۳۔عبد اللہ بن محمد، انہوں نے بہت کم عمر پائی، چونکہ زمانۂ نبوت میں پیدا ہوئے تھے اس لیے طیب اور طاہر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

۴۔رقیہ بنت محمد رضی اللہ عنہا۔

۵۔ام کلثوم بنت محمد رضی اللہ عنہا۔

۶۔فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا۔[سیر اعلام النبلاء:ج:۳،ص:۴۱۱]

مکہ مکرمہ میں 556ء میں پیدا ہوئیں اور مکہ مکرمہ میں 619ء میں وفات پائیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے 25 سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارے۔15 سال بعث سے قبل اور دس سال بعث کے بعد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں کسی عورت سے شادی نہیں کی۔سوائے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد انہیں کے بطن سے ہوئی جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پچاس سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی بیوی نہیں تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر بھی نکاح کئے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد کئے ہیں

2۔حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:۔

یہ وہ پہلی خاتون تھیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں اور یہ ایک معمر خاتون تھیں جو پہلے سکران بن عمرو انصاری کے نکاح میں تھیں۔اگرچہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں بڑی

تھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس حکمت ومصلحت کی بدولت ان سے نکاح کیا کہ ایک تو یہ مؤمنات مہاجرات میں سے تھیں اور دوسرا ان کا خاوند ہجرت حبشہ کے بعد انتقال کر گیا اور یہ اکیلی رہ گئیں ،کوئی ٹھکانہ اور مددگار نہیں تھا۔اگر گھر والوں کے پاس جاتیں تو وہ انہیں شرک پر مجبور کرتے یا پھر شدید تکالیف سے دوچار کرتے۔ چنانچہ آپ نے ان کے صدق ایمان اوراخلاص کی وجہ سے اپنی زوجیت کا شرف بخشا اور ان سے نکاح کر کے اور اپنی کفالت میں لے کر ان پر احسان عظیم فرمایا۔

589ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں اور 674ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائیں۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی، پہلے شوہر سکران سے ایک لڑکا تھا جس کا نام عبدالرحمن تھا، انہوں نے جنگ جلولاء فارس میں شہادت حاصل کی۔

3۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ :۔

سن 10 نبوی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح ہوا۔ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں یہی ایک خاتون تھیں جو کنواری تھیں ان کے علاوہ کسی کنواری عورت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی نہیں کی۔

614ء مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں اور

678ء کو حجرۂ عائشہ، مدینہ منورہ میں وفات پائیں ۔

یوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیویاں علمی اور عملی لحاظ سے یکتائے روزگار تھیں ؛لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان میں سب سے زیادہ زیرک ذکی اور قوی الحفظ خاتون تھیں ۔ بلکہ علمی لحاظ سے اکثر مردوں پر فائق تھیں اکثر کبار

صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کے سامنے جب کوئی مشکل سوال پیش آجاتا تو وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کو حل کر دیتی تھیں۔

4۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی رضی اللہ عنہ :۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت یہ بیوہ ہو چکی تھیں، ان کا پہلا نکاح خُنَیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا جو جنگ بدر میں شدید زخمی ہوئے اور پھر انہی زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور شہید ہو گئے۔ وہ ان شجاع اور بہادر مردوں میں سے ایک تھے جن کی بہادری شجاعت اور جہادی کارنامے تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھے جاتے ہیں، بیوہ ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں آئیں، نکاح کے وقت ۲۱ سال کی متوفی عنہا زوجہا (بیوہ) تھیں،

604ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں اور 661ء مدینہ منورہ میں وفات پائیں۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

5۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ رضی اللہ عنہ :۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔ یہ بے باک ونڈر مجاہد، شہید اسلام عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوہ تھیں جو غزوہ بدر کی پہلی مبارزت میں شہید ہو گئے تھے، لیکن عزم واستقلال کا پہاڑ، یہ خاتون خاوند کی شہادت کے باوجود زخمیوں کو طبی امداد بہم پہنچانے اور ان کی مرہم پٹی کرنے کے فرائض برابر سر انجام دینے میں برابر مصروف تھیں، خاوند کی شہادت انہیں اپنے فرائض سے غافل نہ کر سکی حتیٰ کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو کفر و اسلام کے اس عظیم معرکہ میں فتح و کامرانی سے ہمکنار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کے صبر واستقلال اور جہاد کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس

خاتون سے 400 درہم مہر کے عوض نکاح کرلیا۔

595ء مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں اور 626ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائیں۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

6۔حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ مخزومیہ رضی اللہ عنہا:۔

یہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں میں چھٹے نمبر پر ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے وقت بیوہ تھیں، عبد اللہ بن عبد الاسد (جو ابوسلمہ کے نام سے مشہور ہیں اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے) سے پہلے نکاح ہوا، جنگ احد میں وہ شہید ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں، 596ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں اور 681ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائیں۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے یہاں کوئی بھی اولاد نہیں ہوئی۔ البتہ ان کے پہلے شوہر ابوسلمہ سے تین اولاد تھی:

ا۔عمر بن ابی سلمہ ۲۔سلمہ جن کے نام پر ان کے پہلے شوہر کی کنیت ابوسلمہ تھی ۳۔ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہم۔

7۔زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں، یعنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں، ان کا نکاح پہلے زید بن حارثہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ بولا بیٹے) سے ہوا تھا، مطلقہ ہوگئیں تو آپ کے حرم میں آئیں، اس نکاح میں ایسی عظیم حکمت کارفرما تھی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور شادی میں نہ تھی وہ یہ کہ متبنّٰی کے بارے میں جو غلط تصور رائج ہو چکا تھا اس کی بیخ کنی کردی گئی، 588ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں اور 641ء میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

8۔ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا :۔

ان کا نام برّہ تھا جسے بدل کر حضور نے جویریہ رکھ دیا، حارث بن ضرار قبیلہ بن مصطلق کے رئیس کی بیٹی تھی۔ ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی تھی جو غزوہ مریسیع میں قتل ہوگیا اور جویریہ مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہوگئی۔ ان کا خاوند اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن تھا۔

608ء میں مدینہ منورہ میں پیدائش ہوئی اور 676 عیسوی میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی

9۔ حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا :۔

یہ قبیلہ بنو نضیر کے سردار کی بیٹی تھیں، حضرت ہارون علیہ السلام سے ان کے والد کا خاندانی تعلق تھا، ان کا نکاح سلام بن مشکم القرظی سے ہوا تھا، سلام نے طلاق دی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں، جو ابو رافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا، کنانہ جنگِ خیبر (محرم 7 ہجری) میں مقتول ہوا اور صفیہ اسیر ہو کر آئیں، حضرت دحیہ کلبی کے حصے میں آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خرید لیا، مشرف باسلام ہوئیں، آپ نے آزاد فرما کر ان سے نکاح کر لیا، ان کی آزادی کو ان کا حق مہر قرار دیا (صحیح بخاری 937)

610ء، مدینہ منورہ میں پیدائش ہوئی اور 670ء، مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

10۔ حضرت ام حبیبہ (رملہ) بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا :۔

مشہور سردار قریش ابوسفیان ابن الحرب کی بیٹی تھیں، اور بیوہ تھیں، پہلے ان کا نکاح زینب بنت جحش کے بھائی عبید اللہ بن جحش سے ہوا تھا، انہی

کے ساتھ وہ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی تھیں، حبشہ پہنچنے کے بعد عبید اللہ بن جحش نے عیسائی مذہب قبول کرلیا اور اپنی بیوی ام حبیبہ کو بھی عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی لیکن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عیسائیت قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس کے بعد حبشہ ہی کے اندر عبید اللہ بن جحش کا انتقال ہو گیا۔ شاہ نجاشی نے ان کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار ہزار درہم مہر بھی ادا کیا۔

594ء مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں اور 666ء مدینہ منورہ میں وفات پائیں ۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی، البتہ پہلے شوہر عبید اللہ بن جحش سے آپ کے یہاں ایک لڑکا عبد اللہ اور ایک لڑکی حبیبہ تھی۔ اسی بیٹی حبیبہ کی وجہ سے آپ کی کنیت ام حبیبہ پڑی۔

11۔ حضرت میمونہ بنت حارث الہلالیہ رضی اللہ عنہا:۔

ان کا نام بھی برہ تھا جسے حضور نے بدل کر میمونہ رکھ دیا تھا، یہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخری بیوی تھیں، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے ابورہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں تھیں اور سنہ 7 ہجری میں پہلے شوہر کی وفات ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنہ 7 ہجری میں ان سے نکاح فرمایا، 592ء مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں اور 672ء مکہ مکرمہ کے مقام سرف میں وفات ہوئی، اتفاق ہے کہ نکاح بھی اسی جگہ پر ہوا تھا۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(مستفاد امہات المومنین کا مختصر تعارف / جناب ابوالبیان رفعت صاحب)

کم سنی میں حضرت عائشہ-رضی اللہ عنہا-کا نکاح

تحقیق وتجزیہ

حضرت عائشہ صدیقہ-رضی اللہ عنہا-سے جو حضور اکرم-صلی اللہ علیہ وسلم-نے اُن کی کم سنی میں نکاح فرمایا اور پھر ان کی والدہ حضرت ام رومان-رضی اللہ عنہا-(زینب-رضی اللہ عنہا-) نے تین سال بعد ۹/ سال کی عمر میں رخصتی کر دی، اس پر بعض گوشوں سے اعتراضات اور شکوک وشبہات نئے نہیں ہیں؛ بلکہ پرانے ہیں، علماء اور محققین نے جوابات بھی دیئے ہیں، تاہم ذیل کی سطروں میں ایک ترتیب کے ساتھ جواب دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ امید کہ جواب میں تحقیق وتجزیہ کے جو پہلو سامنے آئیں گے، اُن سے ذہنی غبار دھل جائے گا اور ذہن کا مطلع بالکل صاف اور واضح ہوجائے گا۔ اس لیے مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر تفصیلی جواب لکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کارگاہِ عالم کا سارا نظام قانونِ زوجی (Law of Sex) پر مبنی ہے اور کائنات میں جتنی چیزیں نظر آرہی ہیں سب اسی قانون کا کرشمہ اور مظہر ہیں۔ (الذاریات:۴۹) یہ اور بات ہے کہ مخلوقات کا ہر طبقہ اپنی نوعیت، کیفیت اور فطری مقاصد کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن اصل زوجیت ان سب میں وہی ایک ہے۔ البتہ انواعِ حیوانات میں انسان کو خاص کر کے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کے زوجین کا تعلق محض شہوانی نہ ہو بلکہ محبت اور انس کا تعلق ہو دل کے لگاؤ اور روحوں کے اتصال کا تعلق ہو۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے راز دار اور شریک رنج وراحت ہوں، ان کے درمیان ایسی معیت اور دائمی وابستگی ہو جیسی لباس اور جسم میں ہوتی ہے۔ دونوں صنفوں کا یہی تعلق دراصل انسانی تمدن کی عمارت کا سنگِ بنیاد ہے اس ربط و

تعلق کے بغیر نہ انسانی تمدن کی تعمیر ممکن ہے اور نہ ہی کسی انسانی خاندان کی تنظیم۔
جب یہ قانونِ زوجی خالقِ کائنات کی طرف سے ہے تو یہ کبھی صنفی میلان کو کچلنے اور فنا کرنے والا نہیں ہوسکتا۔ اس سے نفرت اور کلی اجتناب کی تعلیم دینے والا بھی نہیں ہوسکتا؛ بلکہ اس میں لازماً ایسی گنجائش رکھی گئی ہے کہ انسان اپنی فطرت کے اس اقتضاء کو پورا کرسکے حیوانی سرشت کے اقتضاء اور کارخانہ قدرت کے مقرر کردہ اصول و طریقہ کو جاری رکھنے کے لیے قدرت نے صنفی انتشار کے تمام دروازے مسدود کردیئے، اور "نکاح" کی صورت میں صرف ایک دروازہ کھولا۔ کسی بھی آسمانی مذہب وشریعت نے اس کے بغیر مرد وعورت کے باہمی اجتماع کو جائز قرار نہیں دیا۔ پھر اسلامی شریعت میں یہاں تک حکم دیا گیا ہے کہ اس فطری ضرورت کو تم پورا کرو، مگر منتشر اور بے ضابطہ تعلقات میں نہیں، چوری چھپے بھی نہیں، کھلے بندوں بے حیائی کے طریقے پر بھی نہیں؛ بلکہ باقاعدہ اعلان واظہار کے ساتھ، تاکہ تمہاری سوسائٹی میں یہ بات معلوم اور مسلم ہوجائے کہ فلاں مرد اور عورت ایک دوسرے کے ہوچکے ہیں۔

نبی کریم ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے، جو تہذیب و تمدن کے ابتدائی درجہ میں تھی آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کے سپرد اللہ نے صرف یہی کام نہیں کیا تھا کہ اُن کے عقائد وخیالات درست کریں؛ بلکہ یہ خدمت بھی آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کے سپرد تھی کہ ان کا طرزِ زندگی، بود وباش اور رہن سہن بھی ٹھیک اور درست کریں۔ ان کو انسان بنائیں، انہیں شائستہ اخلاق، پاکیزہ معاشرت، مہذّب تمدن، نیک معاملات اور عمدہ آداب کی تعلیم دیں، یہ مقصد محض وعظ وتلقین اور قیل و قال سے پورا نہیں ہوسکتا تھا، تیس سال کی مختصر مدتِ حیات میں ایک پوری قوم کو وحشیت کے بہت نیچے مقام سے اٹھا کر تہذیب کے بلند ترین مرتبہ تک پہنچا دینا اس طرح ممکن نہ تھا کہ محض مخصوص اوقات میں ان کو بلا کر کچھ زبانی ہدایات دیدی

جائیں۔اس کے لیے ضرورت تھی کہ آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔خود اپنی زندگی میں ان کے سامنے انسانیت کا ایک مکمل ترین نمونہ پیش کرتے اوران کو پورا موقع دیتے کہ اس نمونہ کو دیکھیں اوراپنی زندگیوں کواس کے مطابق بنائیں۔ چنانچہ آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔نے ایسا ہی کیا۔ یہ آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔کا انتہائی ایثار تھا کہ آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔نے زندگی کے ہر شعبہ کوقوم کی تعلیم کے لیے عام کردیا۔اپنی کسی چیز کوبھی پرائیویٹ اورمخصوص نہ رکھا۔حتی کہ ان معاملات کوبھی نہ چھپایا جنھیں دنیا میں کوئی شخص عوام کے لئے کھولنے پرآمادہ نہیں ہوسکتا۔آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔نے اتنا غیر معمولی ایثاراس لئے کیا تاکہ رہتی دنیا تک کے لئے لوگوں کوبہترین نمونہ اورعمدہ نظیرمل سکے۔اسی اندرونی اور خانگی حالات دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔نے متعدد نکاح فرمایا۔تاکہ آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔کی نجی زندگی کے تمام حالات نہایت وثوق اور اعتماد کے ساتھ دنیا کے سامنے آجائیں اور ایک کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے اورشریعت کے وہ احکام ومسائل جوخاص عورتوں سے متعلق ہیں اورمردوں سے بیان کرنے میں حیاءاورحجاب مانع ہوتا ہے ایسے احکام شرعیہ کی تبلیغ ازواجِ مطہرات ۔رضی اللہ عنہن ۔کے ذریعہ سے ہوجائے۔

تنہائی کے اضطراب میں، مصیبتوں کے ہجوم میں اورستمگاریوں کے تلاطم میں ساتھ دینے والی آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔کی غمگسار بیوی ام المومنین حضرت خدیجہ۔رضی اللہ عنہا۔کا رمضان ۱۰ ءنبوت میں جب انتقال ہوگیا توآپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔نے چارسال بعد یہ ضروری سمجھا کہ آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔کے حرم میں کوئی ایسی چھوٹی عمر کی خاتون داخل ہوں جھنوں نے اپنی آنکھ اسلامی ماحول میں ہی میں کھولی ہواورجو نبی ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔کے گھرانے میں آکر پروان چڑھیں، تاکہ

ان کی تعلیم وتربیت ہر لحاظ سے مکمل اور مثالی طریقہ پر ہو اور وہ مسلمان عورتوں اور مردوں میں اسلامی تعلیمات پھیلانے کا موثر ترین ذریعہ بن سکیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے مشیت الٰہی نے حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔کو منتخب فرمایا اور شوال ۳ء قبل الہجرہ مطابق ۶۲۰ / مئی میں حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔ سے آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کا نکاح ہوا، اس وقت حضرت عائشہ کی عمر جمہور علماء کے یہاں چھ سال تھی اور تین سال بعد جب وہ ۹ سال کی ہوچکی تھیں اور اُن کی والدۂ محترمہ حضرت ام رومان ۔رضی اللہ عنہا۔ نے آثار وقرائن سے یہ اطمینان حاصل کرلیا تھا کہ وہ اب اس عمر کو پہنچ چکی ہیں کہ رخصتی کی جاسکتی ہے تو نبی اکرم ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کے پاس روانہ فرمایا اوراس طرح رخصتی کا عمل انجام پایا۔ (مسلم جلد ۲، صفحہ ۴۵۶، اعلام النساء صفحہ ۱۱، جلد ۳، مطبوعہ بیروت) حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔ کے والدین کا گھر تو پہلے ہی نور اسلام سے منور تھا، عالمِ طفولیت ہی میں انہیں کا شانۂ نبوت تک پہنچا دیا گیا تا کہ ان کی سادہ لوح دل پر اسلامی تعلیم کا گہرا نقش مرتسم ہوجائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔ نے اپنی اس نوعمری میں کتاب وسنت کے علوم میں گہری بصیرت حاصل کی۔ اسوۂ حسنہ اور آنحضور ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کے اعمال وارشادات کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے ذہن میں محفوظ رکھا اور درس وتدریس اور نقل وروایت کے ذریعہ سے اُسے پوری امت کے حوالہ کردیا۔ حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔ کے اپنے اقوال وآثار کے علاوہ اُن سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) مرفوع احادیث صحیحہ مروی ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہ ۔رضی اللہ عنہ۔ کو چھوڑ کر صحابہ وصحابیات میں سے کسی کی بھی تعدادِ حدیث اس سے زائد نہیں۔

بعض مریضانہ ذہن وفکر رکھنے والے افراد کے ذہن میں یہ خلش اور الجھن پائی جاتی ہے کہ آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔ سے اس کم سنی

میں نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور یہ کہ اس چھوٹی سی عمر میں حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔ سے نکاح کرنا آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کے لئے موزوں اور مناسب نہیں تھا؟ چنانچہ ایک یہودی مستشرق نے انٹرنیٹ پر اس قسم کا اعتراض بھی اٹھایا ہے اور اس طرح اس نے بعض حقائق و واقعات، سماجی روایات، موسمی حالات اور طبی تحقیقات سے اعراض اور چشم پوشی کا اظہار بھی کیا ہے کہ حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔ سے نکاح اور رخصتی اس کم سنی میں کیوں کر ہوئی؟

یہ اعتراض درحقیقت اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔ میں وہ اہلیت وصلاحیت پیدا نہیں ہوئی تھی جو ایک خاتون کو اپنے شوہر کے پاس جانے کے لئے درکار ہوتی ہے، حالانکہ اگر عرب کے اس وقت کے جغرافیائی ماحول اور آب و ہوا کا تاریخی مطالعہ کریں تو یہ واقعات اس مفروضہ کی بنیاد کو کھوکھلی کر دیں گے، جس کی بناء پر حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔ کے نکاح کے سلسلہ میں ناروا اور بیجا طریقہ پر لب کو حرکت اور قلم کو جنبش دی گئی ہے۔ سب سے پہلے یہ ذہن میں رہے کہ اسلامی شریعت میں صحت نکاح کے لیے بلوغ شرط نہیں ہے سورہ "الطلاق" میں نابالغہ کی عدت تین ماہ بتائی گئی ہے، واللآئی لم یحضن (المائدہ: ۴) اور ظاہر ہے کہ عدت کا سوال اسی عورت کے معاملہ میں پیدا ہوتا ہے جس سے شوہر خلوت کر چکا ہو؛ کیوں کہ خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں سرے سے کوئی عدت ہی نہیں ہے۔ (الاحزاب: ۴۹) اس لیے "واللائی لم یحضن" سے ایسی عورت کی عدت بیان کرنا جنھیں ماہواری آنا شروع نہ ہوا ہو صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس عمر میں نہ صرف لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے بلکہ شوہر کا اس کے ساتھ خلوت کرنا بھی جائز ہے۔ (احکام القرآن للجصاص جلد ۲، صفحہ ۶۲۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد ۷ صفحہ ۱۸)

حضرت عائشہ ـ رضی اللہ عنہا ـ کی نسبت قابل وثوق ذرائع سے معلوم ہے کہ ان کے جسمانی قوی بہت بہتر تھے اور ان میں قوت نشوونما بہت زیادہ تھی۔ ایک تو خود عرب کی گرم آب و ہوا میں عورتوں کے غیر معمولی نشوونما کی صلاحیت ہے۔ دوسرے عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جس طرح ممتاز اشخاص کے دماغی اور ذہنی قویٰ میں ترقی کی غیر معمولی استعداد ہوتی ہے، اسی طرح قدوقامت میں بھی بالیدگی کی خاص صلاحیت ہوتی ہے۔ اس لیے بہت تھوڑی عمر میں وہ قوت حضرت عائشہ ـ رضی اللہ عنہا ـ میں پیدا ہوگئی تھی جو شوہر کے پاس جانے کے لیے ایک عورت میں ضروری ہوتی ہے۔

داؤدی نے لکھا ہے کہ وکانت عائشۃ شبت شبابا حسنا یعنی حضرت عائشہ ـ رضی اللہ عنہا ـ نے بہت عمدگی کے ساتھ سن شباب تک ترقی کی تھی (نووی ۴۵۶ / ۳) حضرت عائشہ کے طبعی حالات تو ایسے تھے ہی، ان کی والدہ محترمہ نے ان کے لیے ایسی باتوں کا بھی خاص اہتمام کیا تھا جو ان کے لیے جسمانی نشوونما پانے میں ممدومعاون ثابت ہوئی۔ چنانچہ ابوداؤد جلد دوم صفحہ ۹۸ اور ابن ماجہ صفحہ ۲۴۶ میں خود حضرت عائشہ ـ رضی اللہ عنہا ـ کا بیان مذکور ہے کہ "میری والدہ نے میری جسمانی ترقی کے لیے بہترے تدبیریں کیں۔ آخر ایک تدبیر سے خاطر خواہ فائدہ ہوا، اور میرے جسمانی حالات میں بہترین انقلاب پیدا ہوگیا" اس کے ساتھ اس نکتہ کو بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ حضرت عائشہ ـ رضی اللہ عنہا ـ کو خود ان کی والدہ نے بدون اس کے کہ آنحضرت ـ صلی اللہ علیہ وسلم ـ کی طرف سے رخصتی کا تقاضا کیا گیا ہو، خدمتِ نبوی میں بھیجا تھا اور دنیا جانتی ہے کہ کوئی ماں اپنی بیٹی کی دشمن نہیں ہوتی؛ بلکہ لڑکی سب سے زیادہ اپنی ماں ہی کی عزیز اور محبوب ہوتی ہے۔ اس لیے ناممکن اور محال ہے کہ انھوں نے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی صلاحیت واہلیت سے پہلے ان کی رخصتی کردیا ہو

اور اگر تھوڑی دیر کے لیے مان لیا جائے کہ عرب میں عموماً لڑکیاں ۹ / برس میں بالغ نہ ہوتی ہوں تو اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے کہ استثنائی شکل میں طبی اعتبار سے اپنی ٹھوس صحت کے پس منظر میں کوئی لڑکی خلافِ عادت ۹ / برس ہی میں بالغ ہوجائے، جو ذہن ودماغ منفی سوچ کا عادی بن گئے ہوں اور وہ صرف شکوک وشبہات کے جال بننے کے خوگر ہوں انھیں تو یہ واقعہ جہالت یا تجاہل عارفانہ کے طور پر حیرت انگیز بنا کر پیش کرے گا؛ لیکن جو ہر طرح کی ذہنی عصبیت و جانبداری کے خول سے باہر نکل کر عدل وانصاف کے تناظر میں تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہوں وہ جان لیں کہ نہایت مستند طریقہ سے ثابت ہے کہ عرب میں بعض لڑکیاں ۹ / برس میں ماں اور اٹھارہ برس کی عمر میں نانی بن گئی ہیں۔ سنن دار قطنی میں ہے حدثنی عباد بن عباد المہلبی قال ادرکت فینا یعنی المہالبۃ امرأۃ صارت جدۃ وہی بنت ثمان عشرۃ سنۃ، ولدت تسع سنین ابنۃ، فولدت ابنتہا لتسع سنین فصارت ہی جدۃ وہی بنت ثمان عشرۃ سنۃ (دار قطنی، جلد ۳، صفحہ ۳۲۳، مطبوعہ: لاہور پاکستان) خود ہمارے ملک ہندوستان میں یہ خبر کافی تحقیق کے بعد شائع ہوئی ہے کہ وکٹوریہ ہسپتال دہلی میں ایک سات سال سے کم عمر کی لڑکی نے ایک بچہ جنا ہے۔ (دیکھئے اخبار "مدینہ" بجنور، مجریہ یکم جولائی ۱۹۳۴ / بحوالہ نصرت الحدیث صفحہ ۱۷۱)

جب ہندوستان جیسے معتدل اور متوسط ماحول وآب وہوا والے ملک میں سات برس کی لڑکی میں یہ استعداد پیدا ہوسکتی ہے تو عرب کے گرم آب وہوا والے ملک میں ۹ / سال کی لڑکی میں اس صلاحیت کا پیدا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی۔ رضی اللہ عنہ۔ نے اپنی لڑکی ام کلثوم کا نکاح عروۃ بن الزبیر سے اور عروۃ بن الزبیر نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بھتیجے سے اور عبداللہ بن مسعود۔ رضی اللہ عنہ۔ کی بیوی نے اپنی لڑکی کا نکاح ابن المسیب بن نخبۃ سے کم سنی میں کیا۔ (الفقہ

الاسلامی وادلتہ جلد ۷، صفحہ ۱۸۰)

ان حضرات کا کم سنی میں اپنی لڑکیوں کا نکاح کر دینا بھی اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اس وقت بہت معمولی عمر میں ہی بعض لڑکیوں میں شادی وخلوت کی صلاحیت پیدا ہوجاتی تھی ،تو اگر حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔کا نکاح ٦ / برس کی عمر میں ہوا تو اس میں کیا استبعاد ہے کہ ان میں جنسی صلاحیتیں پیدا نہ ہوئی ہوں۔جیسا کہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ ان کی والدہ نے خصوصیت کے ساتھ اس کا اہتمام کیا تھا الغرض شوہر سے ملنے کے لیے ایک عورت میں جو صلاحیتیں ضروری ہوتی ہیں وہ سب حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔میں موجود تھیں۔لہٰذا اب یہ خیال انتہائی فاسد ذہن کا غماز ہوگا اور موسمی، ملکی، خاندانی اور طبی حالات سے اعراض اور چشم پوشی کا مترادف ہوگا کہ حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔سے کم سنی میں شادی کرنے کی آپ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔کو کیا ضرورت تھی؟ علاوہ ازیں حضرت عائشہ کے ماسواء جملہ ازواج مطہرات۔رضی اللہ عنہن۔بیوہ، مطلقہ یا شوہر دیدہ تھیں، حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔سے کم سنی میں ہی اس لئے نکاح کرلیا گیا تا کہ وہ آپ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔سے زیادہ عرصہ تک اکتسابِ علوم کرسکیں۔اور حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔کے توسط سے لوگوں کو دین وشریعت کے زیادہ سے زیادہ علوم حاصل ہوسکیں۔چنانچہ آنحضرت۔صلی اللہ علیہ وسلم۔کی وفات کے بعد حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔(48) اڑتالیس سال زندہ رہیں، زرقانی کی روایت کے مطابق ٦٦ھ میں حضرت عائشہ۔رضی اللہ عنہا۔کا انتقال ہوا۔۹ / برس میں رخصتی ہوئی آپ کے ساتھ ۹ / سال رہیں اور آپ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ برس تھی۔(زرقانی، الاستیعاب) اور صحابہ وتابعین ان کی خداداد ذہانت وفراست، ذکاوت وبصیرت اور علم وعرفان سے فیض حاصل کرتے رہے، اور اس طرح ان کے علمی وعرفانی فیوض وبرکات ایک لمبے عرصہ تک

جاری رہے۔(زرقانی جلد ۳،صفحہ ۲۲۹-۲۳۶)

حقیقت یہ ہے کہ آپ ـصلی اللہ علیہ وسلم۔ کے سوا کوئی ایسا آدمی دنیا میں نہیں گزرا جو کامل ۲۳ برس تک ہر وقت، ہر حال میں منظر عام پر زندگی بسر کرلے، سینکڑوں ہزاروں آدمی اس کی ایک ایک حرکت کے تجسس میں لگے ہوئے ہوں۔ اپنے گھر میں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد کے ساتھ برتاؤ کرتے ہوئے بھی اس کی جانچ پڑتال ہورہی ہو اور اتنی گہری تلاش کے بعد نہ صرف یہ کہ اس کے کیریکٹر پر ایک سیاہ چھینٹ تک نظر نہ آئے؛ بلکہ یہ ثابت ہو کہ جو کچھ وہ دوسروں کو تعلیم دیتا تھا، خود اس کی اپنی زندگی اس تعلیم کا مکمل نمونہ تھی؛ بلکہ یہ ثابت ہو کہ اس طویل زندگی میں وہ کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی عدل وتقویٰ اور سچائی و پاکیزگی کے معیاری مقام سے نہیں ہٹا؛ بلکہ یہ ثابت ہو کہ جن لوگوں نے سب سے زیادہ قریب سے اس کو دیکھا وہی سب سے زیادہ اس کے گرویدہ اور معتقد ہوئے۔صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کی پوری آبادی میں "انسانِ کامل" کہلائے جانے کے آپ ـصلی اللہ علیہ وسلم۔ ہی مستحق ہیں اور عیسائی سائنسداں نے جب تاریخ عالم میں ایسے شخص کو جو اپنی شخصیت کے جگمگاتے اور گہرے نقوش چھوڑے ہیں سب سے پہلے نمبر پر رکھ کر اپنی کتاب کا آغاز کرنا چاہا تو اس نے دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور اپنے من پسند کسی سائنسداں کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ اس کی نظر انتخاب اسی پر پڑی اور اسی سے اپنی کتاب کا آغاز کیا جسے دنیا حضرت محمد ـصلی اللہ علیہ وسلم۔ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔اس لئے آپ ـصلی اللہ علیہ وسلم۔ کی زندگی جلوت کی ہو یا خلوت کی ایک کامل نمونہ ہے اور اس میں ایسا اعتدال وتوازن پایا جاتا ہے کہ کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور جب کوئی "یرقانی" نظر والے آپ ـصلی اللہ علیہ وسلم۔ کی زندگی میں کسی کمی کو تلاش کریں تو حقیقت پسند شاعر یہ کہہ کر اس

کی طرف متوجہ ہوگا:

فرق آنکھوں میں نہیں، فرق ہے بینائی میں
عیب بیں عیب، ہنرمند ہنر دیکھتے ہیں

انٹرنیٹ کی دنیا سے قریبی تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ اسلام کے خلاف مختلف شکوک وشبہات اور فتنے پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ اور فتنوں کا سدِّ باب وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، جولوگ انٹرنیٹ کے ذریعہ فتنے کے شوشے چھوڑ دیتے ہیں ان کا منظم ومنصوبہ بند طریقہ پر جواب دیا جائے کسی وجہ سے اگر علماء براہِ راست انگریزی میں جواب نہیں دے سکتے تو ان کا علمی تعاون حاصل کرکے جواب کی اشاعت عمل میں لائی جاسکتی ہے، زندگی کا کارواں جب چلتا ہے تو گردوغبار کا اٹھنا لازمی ہے؛ لیکن منزل کی طرف رواں دواں رہنے ہی میں منزل پر پہنچا جاسکتا ہے؛ لیکن اس کے لئے قدم میں طاقت اور دست وبازو میں قوت چاہیے۔ ع

اس بحرِ حوادث میں قائم پہنچے گا وہی اب ساحل تک
جو موجِ بلاء کا خوگر ہو رخ پھیر سکے طوفانوں کا

اولادرسول کے مختصراحوال

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے

1: حضرت قاسم رضی اللہ تعالی عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولا د میں سب سے پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے اور بعثتِ نبوت سے پہلے ہی انتقال فرما گئے ۔دوسال کی عمر پائی تھی، انہیں کے نام سے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت "ابوالقاسم" مشہور ہوئی ۔مکہ مکرمہ میں ولادت ہوئی اور وہیں انتقال ہوا (المواھب اللدنیہ 479 / 1 ،زرقانی:3 ص 24)

2: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ

سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا سے اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے؛اس لئے ان کا لقب طیب وطاہر پڑا،ایک سال چھ ماہ آٹھ دن زندہ رہے اور طائف میں 614ء میں وفات پائی (مواہب لدنیہ 478 / 1)

3: حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعا عنہا کے بطن سے معینہ منورہ میں سنہ 630ء میں پیدا ہوئے ،حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت رسول ہوکر ولادت کی خوشخبری سنائی ،جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابورافع کو ایک غلام عطا فرمایا۔ساتویں روز عقیقہ ہوا جس میں دومینڈھے ذبح کرائے گئے اور سر منڈا کر بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی ، بال زمین میں دفن کئے ۔اٹھارہ ماہ کے قریب زندہ رہے،632ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائی ،

حضورؐ ان کی وفات پر بہت غمگین ہوئے، آپؐ نے فرمایا ''اِن العین تدمع، والقلب یحزن، ولانقول اِلا ما یرضی ربنا، واِنا بفراقک یا اِبراھیم لمحزونون" آنکھیں اشک بار، دل غم سے نڈھال ہے ؛ لیکن ہم راضی برضائے الٰہی رہیں گے ، اے ابراہیمؓ ! ہم تمہاری جدائی پر بہت غمزدہ ہیں ۔(صحیح البخاری، الجنائز، باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : اِنا بک لمحزونون (1303)

ایک صحابیؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! آپ ہمیں رونے سے منع فرماتے ہیں (لیکن آپ رو رہے ہیں؟) فرمایا کہ زبان کے رونے سے منع کرتا ہوں آنکھ کا رونا تو فطری ہے۔

انہی کے انتقال کے وقت اتفاقاً سورج گہن ہوا تو بعضوں کو خیال ہوا کہ شاید حضرت ابراہیم کی وفات کے باعث ایسا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

» اِن الشّمس والقمر آیتان من آیات اللہ لاتنکسفان لموت أحد ولا لحیاتہ؛ ولکنہما آیتان من آیات اللہ یخوف اللہ بہما عبادہ ف اِذا رأیتموہما فافزعوا اِلی الصلاۃ « [صحیح البخاری، کتاب: الجمعۃ، باب: الصدقۃ فی الکسوف (1044)]

(زادالمعاد (1 / 103)، والفصول فی سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لابن کثیر (ص:130). المواہب اللدنیۃ 485-489ج1)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں

باتفاق علماء اہل سیر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے کی چار بیٹیاں بھی عطا فرمائیں، چاروں جوان ہوئیں اور چاروں کی شادیاں ہوئیں، تین بیٹیوں کی اولاد ہوئی جبکہ ایک کی اولاد نہیں ہوئی۔

1: حضرت زینب رضی اللہ عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بیٹی حضرت زینب ؓ تھیں، مکہ مکرمہ میں سنہ 600ء کو یعنی بعثت نبوی سے قریب دس سال پہلے پیدا ہوئیں، حضور کی عمر مبارک اس وقت تیس سال تھی، آپ کا نکاح اپنے خالہ زاد" قاسم" المعروف ابوالعاص بن ربیع ؓ سے ہوا تھا جو حضرت خدیجہ ؓ کے بھانجے تھے، یعنی حضور کی سالی حضرت ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے، یہ غزوۂ بدر میں کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے، غزوۂ بدر کے بعد ابوالعاص حضور ؐ کی قید میں آ گئے تھے جبکہ دونوں کا نکاح باقی تھا؛ کیونکہ اس وقت تک نکاح کے نئے قوانین نازل نہیں ہوئے تھے، حضرت زینب ؓ نے اپنا ہار فدیہ میں دے کر اپنے خاوند کو رہا کروایا۔ ابوالعاص ؓ بعد میں سنہ 7 ہجری میں ایک موقع سے مشرف با سلام ہو گئے تھے اور پھر مسلمانوں کی طرف سے معرکوں اور غزوات میں شریک بھی ہوتے رہے، انتہائی بہادر اور دلیر آدمی تھے۔ حضرت زینب ؓ کے دو بچے تھے، ایک بیٹا تھا اور ایک بیٹی۔ بڑی بیٹی امامہ ؓ بنت ابوالعاص تھیں جبکہ بیٹے علی بن ابوالعاص تھے۔ امامہ ؓ حضور ؐ کی بہت لاڈلی نواسی تھیں، روایات میں آتا ہے کہ امامہ ؓ نماز کے دوران حضور ؐ کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں، حضور ؐ قعدے میں بیٹھتے تھے تو امامہ ؓ کبھی کندھے پر چڑھ جاتیں اور کبھی آ کر گود میں بیٹھ جاتی تھیں۔ حضور ؐ نماز کے دوران سجدے میں جاتے تھے تو یہ گردن پر چڑھ کر بیٹھ جاتی تھیں۔ امامہ ؓ جوان ہوئیں تو حضرت فاطمہ ؓ کے انتقال کے بعد حضرت علی ؓ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت علی ؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی ؓ کی وصیت کے مطابق حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ نے امامہ ؓ سے نکاح کیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سنہ 629ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائیں (الطبقات الکبری لابن سعد (10/31).

2: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی حضرت رقیہؓ تھیں، سنہ 603ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں، آپ کا نکاح حضورؐ نے پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کیا تھا، نکاح ہو گیا تھا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ جبکہ حضورؐ کی تیسری بیٹی ام کلثوم ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ کے نکاح میں تھیں۔ اس دوران دعوتِ اسلام کا سلسلہ شروع ہو گیا، ابولہب نے اس عداوت میں اعلان کر دیا کہ میں اپنے بیٹوں کی شادیاں حضورؐ کی بیٹیوں سے نہیں کروں گا۔ پھر حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا، حضرت عثمانؓ جب ہجرت کر کے حبشہ گئے تو حضرت رقیہؓ ان کے ساتھ تھیں، حبشہ میں ان کا بیٹا عبداللہؓ پیدا ہوا۔ حضرت عثمانؓ انہی کے حوالے سے ابوعبداللہؓ کہلاتے تھے۔ یہ حضورؐ کا دوسرا نواسہ جبکہ حضرت رقیہؓ کے بطن سے پہلا بیٹا تھا، چھ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا، مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ کھیل رہے تھے کہ کسی دوسرے بچے نے چھڑی ماری جو آنکھ میں لگ گئی، اسی زخم سے پھر وفات ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ مدینہ میں ہوتے ہوئے بھی بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت رقیہؓ گھر میں بیمار تھیں، حضرت عثمانؓ کے علاوہ اور کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ حضورؐ نے خود حضرت عثمانؓ سے گھر پر رکنے کا کہا تھا کہ علالت ونقاہت کے سبب حضرت رقیہؓ کا اٹھنا بیٹھنا بھی مشکل تھا، حضرت عثمانؓ حضرت رقیہ کی تیمارداری میں مدینہ منورہ میں رکے رہے اور پھر اسی حالت میں غزوۂ بدر کے بعد حضرت رقیہؓ کا مدینہ منورہ میں 624ء میں انتقال ہو گیا۔ (المواہب اللدنیۃ 480/1، وخاندان نبوت: ابوعمار زاہدالراشدی)

3: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد ہمارے رسول صلی اللہ علیہ عالم نے اپنی

دوسری بیٹی ام کلثوم کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دی، اسی لیے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے یعنی دو نوروں والے۔ آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں سنہ 604ء میں ہوئی تھی۔ جب حضرت ام کلثومؓ بھی فوت ہو گئیں تو اس وقت حضورؐ کی بیٹیوں میں صرف حضرت فاطمہؓ زندہ تھیں اور حضرت علیؓ کے نکاح میں تھیں۔ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ اگر میری دس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے تیرے نکاح میں دیتا جاتا۔ سنہ ۹ موافق 630ء ہجری میں مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا، حضرت ام کلثومؓ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ (الطبقات الکبری لابن سعد(10 / 37).

4: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی لیکن سب سے چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تھیں، سنہ 604ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں، اور سنہ 632ء کو مدینۃ منورہ میں وفات پائیں، ان کا نکاح حضور کے چچا زاد حضرت علی بن ابی طالب سے ہوا، دامادوں میں حضرت علیؓ حضورؐ کے سب سے زیادہ چہیتے داماد تھے جبکہ بیٹیوں میں حضرت فاطمہؓ حضورؐ کی سب سے زیادہ چہیتی بیٹی تھیں۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہؓ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آپؐ کسی سفر پر جانے سے پہلے سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ سے ملنے جاتے، پھر جب آپؐ سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے؛ تاکہ ان سے غیاب کا وقفہ کم سے کم رہے، حضرت علیؓ نے حضورؐ سے ان سے نکاح کی خواہش ظاہر فرمائی تو حضورؐ نے پوچھا کچھ مال پاس ہے یا نہیں؟ حضرت علیؓ نے بتایا، یارسول اللہؐ کچھ بھی نہیں ہے۔ پوچھا مہر دینے کے لیے کچھ ہے؟ بتایا، یارسول اللہؐ وہ بھی نہیں ہے۔ حضورؐ نے پوچھا وہ زرہ کہاں ہے جو تمہیں غنیمت میں ملی تھی؟ بتایا، وہ میرے پاس ہے۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ لے کر آؤ۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے وہ زرہ لے کر بیچ

دی جسے حضرت عثمانؓ نے خریدا۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس میں سے مہر بھی ادا کرنا اور کچھ سامان وغیرہ بھی خریدنا۔ نکاح کے بعد ایک انصاری صحابی حضرت حارثؓ کے مکان میں رہائش اختیار فرمائی، ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت فاطمہؓ کے علاوہ آپؐ کی ساری اولاد فوت ہوگئی تھی۔

حضرت فاطمہؓ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں میں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت محسنؓ۔ (حضرت محسن صغر سنی ہی میں وفات پا گئے تھے)

بیٹیوں میں ام کلثوم بنت علی اور زینب بنت علی رضی اللہ عنہما تھیں، یعنی دونوں بہنوں کا نام خالہ کے نام پر ہی رکھا گیا تھا، حضرت ام کلثوم بنت علی کا نکاح سنہ 71 ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا، دوسری بیٹی حضرت زینب بنت علی کا نکاح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا (نسب قریش ص 52)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں جن بچوں نے پرورش پائی ان میں حضرت امامہؓ بنت علی، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ تھے۔ (خاندان نبوت، ابوعمار زاہد الراشدی)

اس طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کی چار بیٹیاں، تین داماد اور آٹھ نواسے اور نواسیاں تھیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

إن الله مع الصابرين

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

(اخلاق، عادات وخصائل)

1: صداقت وامانت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ امانت دار، سب سے زیادہ پاک طینت و پاک باز، علم، عمل، ایمان اور یقین میں سب سے زیادہ کامل واکمل تھے۔ بعثت سے قبل ہی آپ اپنی قوم میں سچائی وامانت داری سے مشہور تھے، لوگوں میں صرف آپ ہی "صادق" و "امین" کے لقب سے جانے اور بلائے جاتے تھے، دوست تو دوست! دشمنوں نے بھی آپ کے صدق وامانت کا کھلے دل سے اعتراف کیا اور اس کی گواہی دی ہے۔

ابوسفیان کی عداوت ودشمنی کسی سے ڈھکی چھپی ہے؟ وہ مشرف باسلام ہونے سے قبل نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شدید ترین دشمنوں میں تھے، جب شاہ ہرقل نے ان سے پوچھا کہ کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دعوائے نبوت سے قبل جھوٹ سے متہم کرتے تھے؟

توابوسفیان نے کہا: نہیں!

توہرقل نے کہا: اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم اسے دعوی نبوت سے پہلے جھوٹا گمان کرتے تھے؟ توتم نے کہا نہیں تو میں نے جان لیا کہ جب وہ لوگوں سے دنیوی معاملات میں جھوٹ نہیں بولتا تو بھلا اللہ پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے؟ (صحیح

بخاری، حدیث نمبر[7]، وصحیح مسلم حدیث نمبر[1773].

غار حراء میں وحی کے اولیں نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس کانپتے ہوئے آئے اور کہنے لگے:" مجھے چادر اڑھاؤ؛ مجھے چادر اڑھاؤ" تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا:" خوش ہو جائیے! اللہ کی قسم! اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا؛ کیونکہ آپ بیشک صلہ رحمی کرتے ہیں؛ اور سچی باتیں کہتے ہیں.(صحیح بخاری 4953)

ابوجہل جیسا سخت جانی دشمن بھی اپنے تمام تر بغض وعداوت اور تکذیب ومخالفت کے باوجود آپ کو صادق جانتا تھا، اسی لئے جب ابوجہل کے بھانجہ مِسوَر بن مَخرمہ نے اس سے پوچھا کہ ماما جان! کیا محمد سچے ہیں یا جھوٹے؟ تو ابوجہل نے کہا:" تمہاری تباہی وہلاکت ہو اللہ کی قسم! یقیناً محمد سچے ہیں, محمد نے تو کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں، لیکن جب بنو قصیّ ہی نبوت ونگہبانی (کعبہ کی پاسبانی)، سقایہ اور علمبرداری لے لیں گے تو بقیہ قریش کیا کریں گے؟ (ہدایۃ الحیاری فی أجوبۃ الیہود والنصاری- ط عطاءات العلم 1/41)

بدر کی لڑائی کے دن اخنَس بن شُرَیق نے خلوت میں اسی ابوجہل سے پوچھا کہ اس وقت ہم دونوں کے سوا یہاں تیسرا کوئی موجود نہیں ہے جو ہماری باتوں کو سن سکے، سچ سچ بتاؤ کہ محمد سچے ہیں یا جھوٹے؟ ابوجہل نے کہا خدا کی قسم محمد یقیناً سچے ہیں، انہوں نے زندگی میں کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں ہے (الشفا بتعریف حقوق المصطفی - محذوف الأسانید 1/270)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب آیت (وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ)[سورة الشعراء: 214] "اور آپ اپنے خاندانی قرابت داروں کو ڈراتے رہئے" نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "صفا" پہاڑی

پر چڑھ گئے اور پکارنے لگے، اے بنی فہر! اور اے بنی عدی! اور قریش کے دوسرے خاندان والو! اس آواز پر سب جمع ہو گئے اگر کوئی کسی وجہ سے نہ آسکا تو اس نے اپنا کوئی چودھری بھیج دیا، تا کہ معلوم ہو کہ کیا بات ہے ۔ ابولہب قریش کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مجمع میں تھا۔ آنحضرت نے انہیں خطاب کر کے فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے؟، اگر میں تم سے کہوں کہ وادی میں (پہاڑی کے پیچھے) ایک لشکر ہے اور وہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟ سب نے کہا کہ ہاں، ہم آپ کی تصدیق کریں گے ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا ہی پایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر سنو، میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو بالکل سامنے ہے۔ اس پر ابولہب بولا ، تجھ پر سارے دن تباہی نازل ہو، کیا تو نے ہمیں اسی لئے اکٹھا کیا تھا؟، اسی واقعہ پر آیت نازل ہوئی: {تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ . مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ} [المسد:1-2] (صحیح البخاری[4770]).

پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کا سخت ترین دشمن نضر بن حارث (بدر میں قیدی بنا اور پھر اپنے کئے کی سزا پاتے ہوئے مقتول ہوا)

قریش سے کہا کہ: " اے قریش کے لوگو! تم ایک ایسے معاملہ سے دوچار ہو گئے ہو جس سے تم اس سے پہلے کبھی نہیں دوچار ہوئے تھے، بے شک محمد تمہارے درمیان ایک نوجوان بچہ تھا، تم میں سب سے زیادہ عقلمند، سب سے زیادہ سچا اور سب سے زیادہ امین تھا، یہاں تک کہ تم نے اس کے دونوں کنپٹیوں پے بُڑھاپا دیکھ لیا اور تمہارے پاس وہ چیز لایا جس کو اپنے ساتھ لایا تو تم نے اسے جادوگر کہا، اللہ کی قسم! وہ جادوگر نہیں ہے، اور تم نے اسے کاہن کہا، اللہ کی قسم! وہ کاہن بھی نہیں ہے، اور تم نے اسے شاعر کہا، اور تم نے اسے پاگل ودیوانہ کہا، پھر نضر نے کہا: اے قریش کی جماعت! تم اپنے بارے میں غور وفکر کرلو، بے شک ۔ اللہ کی قسم ۔ تمہارے ساتھ ایک

عظیم معاملہ پیش آیا ہے۔(الشفا بتعریف حقوق المصطفی ۔ محذوف الأسانید 1/270)

امانت

''امانت'' اپنے جلو میں کافی وسعت، عموم اور جامعیت رکھتی ہے، کسی کی ودیعت کردہ چیز کے تحفظ پر ہی مفہوم امانت منحصر نہیں ہے؛ بلکہ اس کا تعلق قول، عمل اور روایت سے بھی ہے، یعنی دین، عزت، مال، جسم، روح، ولایت، رسالت، گواہی، قضاء، راز، نقل وروایت، سمع، بصر اور جملہ حواسِ بشری کو امانت شامل ہے۔

امانت اسلام کی بلندترین خوبیوں میں سے ایک ہے، اس کے بغیر ایمان کا تصور مکمل نہیں، یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات مبارکہ کا معروف وممتاز وصف تھا، بعثت سے قبل آپ اپنی قوم میں بلا شرکتِ غیرے "امین" کے لقب واعزاز سے سرفراز تھے۔

بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک 35 سال تھی، قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی (تاریخی اعتبار سے یہ تیسری تعمیر تھی)؛ کیونکہ مرور زمانہ کی وجہ سے خانہ کعبہ بوسیدہ ہو چکا تھا۔ جب تعمیر مکمل ہوگئی اور حجرِ اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کا وقت آیا، تو آپس میں سخت اختلاف ہوا۔ تلواریں کھنچ گئیں۔ لوگ جنگ و جدال اور قتل وقتال پر آمادہ ہوگئے۔ جب چار پانچ روز اسی طرح گزر گئے اور کوئی بات طے نہ ہوئی، تو ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی نے جو قریش میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھے، یہ رائے دی۔ ''کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے سے داخل ہو، اسی کو اپنا حکم بنا کر فیصلہ کرالو۔'' سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ صبح ہوئی، تمام لوگ حرم میں پہنچے۔ دیکھا کہ سب سے پہلے آنے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی سب کی زبانوں سے بے ساختہ یہ الفاظ ادا ہوئے:

''یہ تو محمد امین ہیں، ہم ان کے حکم بنانے پر راضی ہیں۔ یہ تو محمد امین ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چادر منگوائی اور حجرِ اسود کو اس میں رکھ کر یہ فرمایا۔ ''ہر قبیلہ کا سردار چادر کو تھام لے، تا کہ اس شرف سے کوئی قبیلہ محروم نہ رہے۔'' اس فیصلہ کو سب نے پسند کیا اور سب نے مل کر چادر اُٹھائی۔ جب سب کے سب اس چادر کو اُٹھائے اس جگہ پہنچے جہاں اس کو رکھنا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے اور اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اپنی جگہ پر رکھ دیا (زرقانی، شرح مواہب ج:ا ص:203 تا 206۔ سیرت ابن ہشام 197 / 1)

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی رغبت کا جو اظہار فرمایا اس کا باعث بھی آپ کی امانت و دیانت ہی تھا؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام میں ان کی تجارت کے نگراں تھے اور انہیں اپنے غلام میسرہ کے ذریعہ آپ کی امانت اور بلند اخلاق کے بارے میں ایسی باتیں معلوم ہوئیں کہ وہ دنگ رہ گئیں. (الکامل لابن الأثیر: 26 / 2).

ابوسفیان سے ہرقل نے جب پوچھا تھا کہ محمد تمہیں کن کاموں کا حکم دیتے ہیں؟ تو ابوسفیان کا جواب تھا کہ وہ ہمیں اس کا حکم دیتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کا کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں، ہمیں ان بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے، نماز، صدقہ، پاک بازی و مروت، وفاء عہد اور امانت کے ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جس پر ہرقل نے کہا کہ انبیاء کی یہی شان ہوتی ہے (صحیح البخاری: 2941).

بعثت نبوی کے بعد بھی مشرکین قریش ۔ آپ کی تکذیب و انکار کے باوجود۔ اپنے مالوں کو آپ کے پاس ہی رکھتے اور اس پر آپ کو امین سمجھتے تھے. جب ہجرت مدینہ کا حکم آیا تو آپ نے ان امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کرنے کے لیے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں ہی چھوڑ دیا اور ان کو حکم دیا کہ اگلے دن یہ امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا کر تم بھی مدینے چلے آنا۔

اور پھر سب سے عظیم و کامل ترین امانت جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ''دوشِ ناتواں'' پر اٹھا رکھی تھی اور اسے لوگوں تک کامل اور بہتر طریقے سے پہنچایا بھی دیا وہ وحی و رسالت کی امانت تھی؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کو بلا کم و کاست اچھے طور پر پہنچایا اور امانت کو بہتر طور سے ادا کیا؛ دین اسلام مکمل ہو گیا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

2: شفقت و رحمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاّق اکبر نے'' دلِ دردمند'' عطا فرمایا تھا، آپ تمام جہانوں کے لیے سراپا شفقت و رحمت تھے، آپ کی رحمت و مہربانی ماوراء تصورات ہے، آپ کی رحم دلی نہ صرف جن و انسان کو عام تھی؛ بلکہ پتھروں، درختوں اور دنیا کی تمام مخلوقات کو شامل تھی۔ کمزوروں، لاچاروں، مظلوموں، بے سہاروں، بیواؤں، یتیموں، مسکینوں، بوڑھوں، عورتوں، بچوں اور بے زبان جانوروں اور لکڑیوں تک کے درد کو آپ اپنے سینے میں سمیٹے ہوئے تھے، اپنے ہوں یا پرائے، شناسا ہوں یا بیگانے، مومن ہوں یا کافر، قریب ہوں یا بعید، آپ سب کے لئے '' مشفق و مہرباں'' ہمدرد، غمگسار و چارہ ساز'' تھے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے پیار کرتے، گود میں بٹھاتے، بوسہ سے نوازتے، اپنے اصحاب کے گھروں میں بچوں کی پیدائش پہ تشریف لے جاتے اور کھجور وغیرہ چبا کر بچوں کے منہ میں لعاب دہن ڈالتے، گود میں اٹھائے بچے اگر بول و براز کر دیتے تو آپ ترش رو و چیب بہ جبیں نہ ہوتے؛ بلکہ پوری بشاشت سے نجاست صاف کرواتے، بچوں سے لاڈ نہ کرنے والے دل کو رحمت خداوندی سے

عاری وخالی قرار دیتے ،بعض دفعہ اپنی نواسی اُمامہ بنت زینب کو دوران نماز اپنی گود میں اٹھائے ہوتے ، بچوں کی آواز پہ ترس کھا کر اپنی مسجد کی نماز با جماعت کو مختصر فرما دیتے ، بچوں کی رحلت وانتقال آپ پہ کوہ گراں بن کے ٹوٹتی اور انسانی جذبات کے تحت آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں ؛لیکن صبر وتوکل اور تسلیم ورضاء کا پیکر بن کر ایسے جاں کاہ موقع سے بھی راضی بہ رضاے الٰہی رہنے کا اعلی نمونہ پیش فرماتے ۔

عرب کے اس وقت کے رائج رسم جاہلیت "دختر کشی" کو آپ نے مٹایا ،بچیوں کو دنیا میں زندہ رہنے کا حق عطا فرمایا ، ان کی بہتر تعلیم وتربیت کی تاکید فرمائی ، صنف نازک ہونے کے باعث ان کی جبلت وخلقت اور ذہنی وجسمانی ساخت کی رعایت میں ان کو سماج میں باعزت وباوقار مقام عطا فرمایا ، بیٹیوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کو جہنم کے لئے رکاوٹ قرار دیا ، کم از کم دو بہنیں یا دو بیٹیوں کی عمدہ دیکھ بھال ، بہتر پرورش اور مساویانہ ومنصفانہ ادائی حقوق پر جنت میں داخلے کی بشارت دی ، بالغ ہوجانے کے بعد قابل اطمینان دیندار گھرانے کا رشتہ ملنے پر نکاح اور شادی کا بندوبست کرنے کو باپ کا فریضہ قرار دیا ، خواتین کی تعظیم وتکریم کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی ؟ کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اونٹ کے پاس گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاتے اور وہ اپنی ٹانگ رکھکر اونٹ پر سوار ہو جاتیں ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس کبھی تشریف لاتیں تو شفقت پدرانہ جوش میں آتا ، ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے ، اور اعزازاً اپنی مخصوص نشست پر انہیں بٹھاتے ۔

ایسے وقت میں جبکہ محنت کش طبقہ (نوکروں اور خادموں) کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک روا رکھا جاتا ، ان سے کام لے کر اور محنت ومزدوری کروا کر ان کے حقوق غصب وہضم کر لئے جاتے تھے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کش اور مزدور طبقہ کو

سماج میں باعزت حیثیت عطا کرنے کے ساتھ ان کے سماجی حقوق کا تحفظ فرمایا اور انہیں سماج میں باعزت مقام بخشا، برداشت سے زیادہ کام کروانے سے منع کیا، ان کے کام میں ہاتھ بٹانے کا حکم دیا، ان کے اموال ومزدوری کو ناحق ہضم کرجانے کو ناجائز قرادیا، مزدوری طے کئے بغیر انہیں مزدور رکھ لینے سے منع کیا، پسینہ خشک ہونے سے قبل مزدوری دیدینے کا حکم دیا، حیثیت کے باوجود قرض خواہوں اور مزدوروں کی مزدوری ادا نہ کرنے کوظلم قرار دیا، انہیں اپنے جیسا کھانا پینا اورلباس دینے کا حکم فرمایا؛ بلکہ اپنے ساتھ شریک طعام کرنے کی بھی تاکید فرمائی، مزدور کے حقوق ہضم کرلینے والوں کو قیامت میں سزا ہونے اور خود حق تعالیٰ شانہ کا مزدور کی طرف سے روز قیامت جھگڑنے کی بات ارشادفرمائی۔

یتیموں، بےنواؤں اورحالات کے مارے ہوؤں کے آپ ملجاء وماویٰ تھے، ان کی کفالت کی ترغیب دیتے، یتیم کی کفالت کرنے والے کو جنت میں اپنا ساتھی قرار دیتے، بے زبان جانوروں تک کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرماتے، برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنے سے منع فرماتے، تعذیب وتکلیفِ بے جا سے بچانے کے لئے ذبح کے وقت تیز اور دھار دار چھری استعمال کرنے کا حکم فرماتے، حتی کہ بے زبان لکڑی جس پر آپ دوران خطبہ کبھی ٹیک لگاتے تھے اس کے رونے اور بلکنے پر بھی آپ تڑپ اٹھے تھے، اس پہ دست شفقت پھیرتے ہوئے اسے گلے لگایا، فتح مکہ کے روز تمام جانی دشمنوں اورظلم پیشہ مجرموں کو عام معافی کا اعلان فرمادیا، غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت ہیں، آپ کی شریعت، آپ کا دین، آپ کی سیرت، آپ کے اخلاق، عادات واطوار سب کچھ ہی سب کے لئے رحمت ہے، آپ کی شان رحمت کا دائرہ، زمانہ، عہد، قوم ونسل ہرایک سے متجاوز وماوراء ہے، آپ کے خزانہ رحمت میں دوجہاں کا ذرہ ذرہ حصہ دار ہے۔

رب دو جہاں نے آپ کی اس شان امتیازی کا خود ہی "رحمت للعالمین" کا عنوان دیا ہے: { وما أرسلناک إلا رحمة للعالمین } (الأنبیاء: 107).

3: عدل وانصاف

خاندانی اور سماجی امتیازات اور افراط وتفریط سے بچتے ہوئے ہر ایک کے ساتھ اس طرح مساویانہ سلوک کرنا کہ سچائی کی میزان کسی طرف بھی جھکنے نہ پائے" عدل" کہتے ہیں، مختصر لفظوں میں حق کے مطابق فیصلہ کرنے" القضاء بالحق" کو" عدل" اور حقدار کو اس کا برابر حق دلا دینے کو" قسط" کہتے ہیں۔

قرآن کریم کی قریب 29 مقامات میں عدل اور قریب 17 آیات میں قسط بمعنی فراہمی انصاف کی اہمیت مختلف اسالیب میں بیان کی گئی ہے۔

عدل وانصاف اسلام کی اساس وبنیاد اور اسلامی ریاست کی اولیں ذمہ داری ہے ، عدل وانصاف کا قیام ونفاذ نظام کائنات کی جان اور شہ رگ ہے ، انسانی معاشرے کا لازمی عنصر اور اس کے بقاء وتحفظ کا ضامن ہے، عدل وانصاف کے بغیر کوئی بھی معاشرہ قائم رہ سکتا اور نہ ہی انسانی حقوق کی ادائیگی ممکن ہوسکتی ہے، عدل وانصاف کی تکمیل کے لئے ہی اللہ نے انبیاء و رسول بھیجے۔ عدل وانصاف پر مبنی معاشرے کی تشکیل بعثت انبیاء کا مقصد ہے، حق کے ساتھ فیصلہ کرنا اللہ کی شان ہے، اس نے اپنے نبیوں کو بھی اسی کی ہدایت کی ،

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم عدل وانصاف کے علمبردار تھے، آپ نے محض عدل کی زبانی تلقین نہیں کی ؛ بلکہ اس کی ابتدا اپنی ذات سے کی، اپنے قول وعمل سے اس کی بہترین مثالیں اور مشعل راہ قائم فرمائیں اور انسانوں میں عدل وانصاف قائم کر کے دکھایا اور انصاف کی عمل داری کو یقینی بنایا۔

حضرت اُسید بن حضیر مزاحاً اپنے ایک دوست کو ہنسا رہے تھے کہ نبی کریم نے

انہیں ایک چھڑی سے پیچھے ہٹایا۔ انہوں نے کہا: مجھے بدلہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے بدلہ لے لو۔ انہوں نے کہا: آپ کے (بدن) پر قمیص ہے اور مجھ پر قمیص نہ تھی، تو نبی کریم نے اپنی قمیص کچھ اٹھائی۔ انہوں نے حضور کو سینے سے لگا لیا اور آپ کا پہلو چومنے لگے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں تو یہی چاہتا تھا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر کے لئے صف آرائی کر رہے تھے۔ حضرت سواد بن غزیہ انصاری صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک تیر کی لکڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور فرمایا۔

اِستوِ یا سواد "اے سواد! برابر ہو جاؤ" اس پر سواد نے حضور سے قصاص (بدلہ) طلب کیا۔ آپ نے فوراً اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور فرمایا "قصاص لے لو" (معرفة الصحابة لابن مندة ص 802، ومعرفة الصحابة لأبي نعيم 3/ 404)۔

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی، وہ ایک امیر گھرانے کی خاتون تھی۔ سردارانِ قریش نے حضرت اسامہ بن زید کو بارگاہِ رسالت میں سفارش کے لئے بھیجا، جنہیں آپ بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ کی عزت کا خیال کرتے ہوئے یقیناً سزا میں تخفیف کر دیں گے۔ اس کے برعکس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کی بات سنی تو آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

"تم سے پہلی قومیں اسی لیے ہلاک ہو گئیں کہ جب اُن میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اُسے چھوڑ دیتے تھے لیکن جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا" (رواہ البخاری [3475]، ومسلم [1688])۔

اسیرانِ بدر کی مدینہ منورہ میں پہلی رات تھی اور مسلمانوں نے انہیں خوب کس کر

باندھ رکھا تھا۔ ان میں رحمتِ دو عالم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ پروردۂ ناز و نعم انسان تھے۔ اس لئے ہاتھ پاؤں کی بندشیں انہیں بہت تکلیف دے رہی تھیں اور وہ درد سے کراہ رہے تھے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا کراہنا برداشت نہیں ہو رہا تھا' اس لئے آپ بھی جاگ رہے تھے اور مضطرب و بے کل پھر رہے تھے۔ آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر ایک صحابی نے عرض کی: "یا رسول اللہ! مزاجِ عالی کیوں بے قرار ہے؟"

فرمایا: "عباس کی کراہوں نے بے تاب کر رکھا ہے۔"

وہ صحابی گئے اور چپکے سے حضرت عباس کی بندشیں ڈھیلی کر آئے۔ تھوڑی دیر بعد رحمتِ دو عالم نے حیرت سے پوچھا: "کیا بات ہے' اب عباس کی کراہوں کی آواز نہیں آ رہی ہے؟"

صحابی نے بتایا: "یا رسول اللہ! میں نے ان کی بندشیں نرم کر دی ہیں"

حضور نے فرمایا:

"پھر اس طرح کرو کہ تمام قیدیوں کی بندشیں ڈھیلی کر دو۔" (الطبری (۲ / ۲۸۸)، البدایۃ (۳ / ۲۹۹)، ابن سعد (٤ / ۱۳).

4: عفوودرگزر

مصیبتوں کے ہجوم میں اور جبر و ظلم کے تلاطم میں انسانی جذبات کا چھلک اٹھنا فطرت انسانی ہے؛ لیکن قربان جایئے اس سراپا صبر، حلم وعفو پر! کہ ایسے صبر آزما اور جاں گسل مواقع پر بھی صبر، ضبط، حلم، عفو و درگز کے پیکر بنے رہے، ظلم جبر کے پہاڑ آپ پہ توڑ دیئے گئے؛ لیکن آپ نے اپنے اوپر کی گئی زیادتیوں کا کبھی بدلہ نہ لیا ۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام زندگی اپنے اوپر کی گئی زیادتی کا بدلہ نہیں لیا، سوائے اس صورت کے کہ للہ تعالیٰ کے کسی حکم کو پامال کیا گیا

ہوتو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سختی سے مواخذہ فرماتے ۔(أخرجه البخاری (6126)، ومسلم(2327)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔آپ کے جسم پر ایک نجرانی چادر تھی ،جس کا حاشیہ موٹا تھا۔ اتنے میں ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ کی چادر بڑے زور سے کھینچی ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانے کو دیکھا کہ زور سے کھینچنے کی وجہ سے ،اس پر نشان پڑ گئے ۔پھر اس نے کہا اے محمد! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے مجھے دیئے جانے کا حکم فرمایئے ۔اس وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مڑ کر دیکھا تو آپ مسکرا دیئے پھر آپ نے اسے دیئے جانے کا حکم فرمایا(صحیح البخاری6088)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنے قرض کا) تقاضا کرنے آیا،اور سخت سست کہنے لگا۔صحابہ کرام غصہ ہوکر اس کی طرف بڑھے لیکن آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔کیوں کہ جس کا کسی پر حق ہو تو وہ کہنے سننے کا بھی حق رکھتا ہے۔پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے قرض والے جانور کی عمر کا ایک جانور اسے دے دو۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے زیادہ عمر کا جانور تو موجود ہے۔(لیکن اس عمر کا نہیں) آپ نے فرمایا کہ اسے وہی دے دو۔کیوں کہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو دوسروں کا حق پوری طرح ادا کردے۔(بخاری2306)

غزوہ احد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور لہولہان ہوگیا تو یہ بات صحابہ کرامؓ پر سخت گراں گزری۔سب نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر بددعا فرمائیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میں

لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا لیکن مجھ کو اللہ کی طرف بلانے والا اور رحمت فرمانے والا بھیجا ہے، اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے، وہ مجھ کو نہیں جانتے۔'' (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ 105 / 1 [قاضی عیاض]

یہودی عالم زید بن سعنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی نشانیاں بتائی گئی تھیں وہ سب کی سب میں نے آپ کے چہرۂ انور پر دیکھ لیں، صرف دو چیزوں کا مجھے تجربہ کرنا تھا جب ان کا بھی تجربہ ہو گیا تو اسلام قبول کر لیا؛ چنانچہ میں نے آپ سے ملنا جلنا شروع کر دیا کہ آپ کے حلم کا اندازہ کروں، فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے سے باہر نکلے، آپ کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے؛ اسی وقت ایک دیہاتی شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے کہا کہ فلاں بستی کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے، میں ہمیشہ ان سے یہ کہتا تھا کہ اسلام قبول کر لو تو رزق کی فراوانی ہوگی؛ لیکن اللہ کا کیا دیکھئے کہ اس سال سخت قحط پڑا ہے، بارش بالکل نہیں ہوتی ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ اسلام چھوڑ نہ دیں؛ اگر آپ ان کی مدد کے لیے کچھ غلہ وغیرہ بھیجتے تو بہت بہتر ہوتا، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں سے تو کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ کے قریب گیا اور کہا کہ آپ فلاں باغ کی کھجوریں کے ساتھ فروخت کریں گے؟ آپ نے فرمایا کچھ کھجوریں فروخت تو ضرور کرنا چاہتا ہوں؛ مگر کسی خاص باغ کی شرط نہیں لگا سکتا، میں نے کہا: اچھی بات ہے؛ پھر میں نے اپنی روپیوں کی تھیلی کھولی اور اسی مثقال سونا ایک متعین

مدت کے لیے دے دیا، جب مدت ختم ہونے میں دو تین روز باقی رہ گئے تو میں آپ کے پاس آیا اور آپ کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور غصہ آلود نگاہوں سے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ اب تک تم نے قرض ادا نہیں کیا، خدا کی قسم! بنوعبدالمطلب ہمیشہ ایسے ہی حیلہ حوالہ کرتے رہتے ہیں، مجھے کئی بار لین دین میں تجربہ ہو چکا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، یہ دیکھ کر غصہ سے بیتاب ہوگئے اور کہا کہ: اُو دشمنِ خدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخی کر رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! تم سے ہم کو یہ توقع تھی کہ تم اس سے کہتے کہ نرمی سے تقاضا کرو! اور مجھ سے کہتے کہ میں وقت پر اس کا قرض ادا کر دوں، عمر رضی اللہ عنہ! جاؤ اس کا قرض ادا کرنے کے بعد بیس صاع کھجوریں اور زیادہ دے دو، حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ زیادہ کیوں دینے کو کہتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے جو تم سے سخت کلامی کی ہے یہ اس کا کفارہ ہے؛ پھر میں نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ! تم نے مجھے پہچانا؛ انھوں نے کہا: نہیں، میں نے کہا کہ میں زید بن سعنہ ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ زید جو الجر (عالم) مشہور ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! پھر انھوں نے کہا کہ کیا بات تھی کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کیا؟ زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبوت کی اور تمام نشانیاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے بشرے سے ظاہر تھیں، صرف ان دو باتوں کا تجربہ کرنا تھا: هل يسبق حلمه جهله، وَلايَزِيدُهُ شِدَّةُ الْجَهْلِ عَلَيْهِ إِلاحِلْمًا۔

(کیا اس کا حلم اس کے غصہ سے سبقت لے جاتا ہے اور جاہلانہ حرکتیں حلم وتحمل کو اور بڑھا دیتی ہیں؟)۔

ان باتوں کا تجربہ ہوگیا، اس لیے اب اسلام کا حلقہ بگوش ہوتا ہوں؛ چنانچہ وہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ (صحیح ابن حبان:793، والسنن الکبری-البیہقی-ط العلمیۃ [40/6])

یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو انہوں نے کہا: ''السام علیکم'' (تمہیں موت آئے)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ان کی گفتگو کا مفہوم سمجھ گئی اور میں نے ان کا جواب دیا: تمہیں موت آئے اور تم پر لعنت ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! جانے دو، اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ! شاید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا نہیں جو انہوں نے کہا؟ رسول اللہ نے فرمایا: میں نے کہہ دیا تھا کہ تم پر ہو''۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الرفق 5: 2242، الرقم: 5678)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ پر کوئی ایسا دن بھی آیا جو اُحد کے دن سے زیادہ شدید ہو؟ آپ نے فرمایا: " مجھے تمہاری قوم سے بہت تکلیف پہنچی، جب میں خود کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے لے گیا (یعنی اس کو دعوتِ اسلام دی) لیکن جو میں چاہتا تھا اس نے میری بات نہ مانی، میں غمزدہ ہو کر چل پڑا اور قرن ثعالب پر پہنچ کر ہی میری حالت بہتر ہوئی، میں نے سر اٹھایا تو مجھے ایک بادل نظر آیا، اس نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا، میں نے دیکھا تو اس میں جبرائیل علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھے آواز دے کر کہا: اللہ عزوجل نے جو کچھ آپ نے اپنی قوم سے کہا وہ اور انہوں نے جو آپ کو جواب دیا وہ سب سن لیا، اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ آپ کی طرف بھیجا ہے تا کہ آپ ان کفار کے متعلق

اس کو جو چاہیں حکم دیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کیا، پھر کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی طرف سے آپ کو دیا گیا جواب سن لیا، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور مجھے آپ کے رب نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں، اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں سنگلاخ پہاڑوں کو ا(ٹھا کر) ان کے اوپر رکھ دوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: بلکہ میں یہ امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکالے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے (بخاری 4653)

5: شجاعت و بہادری

شجاعت و بہادری اور جاں نثاری پیغمبری شیوہ اور مرد مومن کا وصف ممتاز ہے، ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں سب سے شجاع اور بہادر تھے، دشمنوں کے لشکر جرار اور کفر وطاغوت کے سرغنہ بہت سے فیصلہ کن معرکوں میں آپ صلی اللہ علیہ کی جرأت و دلیری کے سامنے دُم دبا کے بھاگنے پر مجبور ہو گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مضبوط دل، پختہ ایمان اور عزم جواں کے ساتھ سخت سے سخت حالات اور مشکلات کا سامنا کیا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوب صورت، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (پھر آپ کی بہادری کی مثال بیان کرتے ہوئے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ) ایک بار اہالیان مدینہ منورہ رات میں (کسی آواز کی وجہ سے) گھبرا گئے۔ جدھر سے آواز آرہی تھی، لوگ اس طرف چل پڑے۔ (یہ بہادری کی بات تھی کہ بغیر کسی کو ساتھ لیے، گردن میں تلوار لٹکائے تنہا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ ان لوگوں سے پہلے اس آواز

کی سمت میں جا چکے تھے۔ آپؐ کی ان لوگوں سے (لوٹتے ہوئے) ملاقات ہوئی؛ جب کہ آپؐ فرما رہے تھے: "مت گھبراؤ، مت گھبراؤ!" (اس لیے کہ آپؐ اس طرف سے دیکھ کر آ چکے تھے، ادھر کچھ بھی نہیں تھا۔) (صحیح البخاری:6033)

غزوۂ حنین کے دن، جب مسلمانوں نے میدان چھوڑ دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا میدان میں جمے رہے اور دشمنوں کو للکارتے رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمّ محترم حضرت عباسؓ فرماتے ہیں: "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (جنگ) "حنین کے دن" موجود تھا۔ میں اور ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے، ہم آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ رسول اللہؐ اپنے سفید خچّر پر سوار تھے۔ فَرْوۃ بن نُفاثۃ جُذامی نے آپ کو وہ خچّر ہدیہ کیا تھا۔ جب مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مقابلہ ہوا؛ تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ رسول اللہؐ نے کفار کی طرف اپنے خچّر کو ایڑ مارنا شروع کیا (تاکہ وہ دوڑے)۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچّر کا لگام پکڑ کر، اسے تیز دوڑنے سے روک رہا تھا۔ ابوسفیان آپ کی رکاب تھامے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عباس! آپ اصحاب سمرۃ (وہ صحابہ کرام جنھوں نے حدیبیہ میں بیعت رضوان کی تھی) کو آواز دیجیے!" حضرت عباس فرماتے ہیں کہ وہ بلند آواز آدمی تھے؛ چناں چہ انھوں نے بلند آواز سے پکارا: اصحاب سمرۃ کہا ہیں؟ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ بخدا جب انھوں نے میری آواز سنی؛ تو وہ اس طرح پلٹے جیسا کہ گائے اپنے بچوں کی طرف پلٹتی ہے۔ پھر انھوں نے 'یالبّیک، یالبّیک' کہہ کر جواب دیا۔ فرماتے ہیں کہ پھر انھوں کافروں سے جنگ کی۔ انھوں نے انصار کو بھی بلایا، انھوں نے کہا: 'اے انصار کی جماعت! اے انصار کی جماعت!'۔ پھر بنو حارث بن خزرج کو بھی بلایا۔ انھوں نے کہا: 'اے بنو حارث بن خزرج! اے بنو حارث بن

خزرج!' پھر رسول اللہؐ ان کی جنگ کا منظر دیکھ رہے تھے؛ جب کہ آپ اپنے خچّر پر سوار تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: "ابھی لڑائی سخت ہے اور جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کنکریاں اٹھائی اور آپؐ نے انھیں کفار کی سمت پھینکا۔ پھر فرمایا: "محمد کے ربّ کی قسم! وہ سب شکست کھا گئے۔" راوی کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ جنگ جاری ہے، پھر کہتے ہیں: بخدا! انھوں نے کنکریاں ان کی طرف پھینکی؛ چناں چہ ان کا زور ٹوٹ گیا اور پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔" (صحیح مسلم: 1775)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک اور روایت میں اِن الفاظ کا اضافہ ہی: ''خدا کی قسم! جب جنگ تیز ہوتی تو ہم خود کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں بچاتے تھے اور ہم میں سب سے بہادر شخص وہ ہوتا تھا جو جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر رہتا'' (مسلم شریف 1776)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب معرکہ کارزار گرم ہوتا اور لوگوں سے لوگ ٹکراتے ،تو ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آڑ میں آجاتے، پس لڑائی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر لوگوں (مخالفین) کے قریب ہم میں سے کوئی نہیں ہوتا تھا'' (مسند احمد 1346، ومستدرک حاکم 2633)،

عرب کا مشہور پہلوان رُکانہ حضور کے سامنے سے گزرا، آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اس کو اسلام کی دعوت دی، وہ کہنے لگا کہ اے محمد! اگر آپ مجھ سے کشتی لڑ کر مجھے پچھاڑ دیں تو میں آپ کی دعوتِ اسلام کو قبول کرلوں گا۔ حضور صلَّی اللہ علیہ وسلَّم تیار ہو گئے اور اس سے کشتی لڑ کر اس کو پچھاڑ دیا، پھر اس نے دوبارہ کشتی لڑنے کی دعوت دی آپ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم نے دوسری مرتبہ بھی اس کو اس زور کے ساتھ زمین پر پٹخ دیا کہ وہ دیر تک اٹھ نہ سکا اور حیران ہو کر کہنے لگا کہ اے محمد! خُدا کی قسم! آپ کی

عجیب شان ہے کہ آج تک عرب کا کوئی پہلوان میری پیٹھ زمین پرنہیں لگا سکا مگر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے مجھے دو مرتبہ زمین پر پچھاڑ دیا۔ (زرقانی، ج6، ص101 ، وشرح الشفاء لملاعلی قاری 181 / 1)

رکانہ کا بیٹا یزید بن رُکانہ بھی مانا ہوا پہلوان تھا یہ تین سو بکریاں لے کر بارگاہ نُبوّت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے محمد! آپ مجھ سے کشتی لڑیئے۔ آپ تیار ہو گئے اور اس سے ہاتھ ملاتے ہی اس کو زمین پر پٹک دیا۔ پھر دوبارہ اس نے کشتی لڑنے کے لئے چیلنج دیا آپ نے دوسری مرتبہ بھی اس کی پیٹھ زمین پر لگا دی۔ پھر تیسری بار اس نے کشتی کے لئے للکارا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے اس کا چیلنج قبول فرمالیا اور کشتی لڑ کر اِس زور کے ساتھ اس کو زمین پر دے مارا کہ وہ چِت ہو گیا۔ کہنے لگا کہ اے محمد! سارا عرب گواہ ہے کہ آج تک کوئی پہلوان مجھ پر غالب نہیں آسکا، مگر آپ نے تین بار جس طرح مجھے کشتی میں پچھاڑا ہے اس سے میرا دل مان گیا کہ یقیناً آپ اللہ کے نبی ہیں، یہ کہا اور کلمہ پڑھ کر دامنِ اسلام میں آگیا۔ (الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ [عبدالرحمن بن قاسم] 224 / 15, زرقانی، ج6، ص103)

6: تواضع وانکسار

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی عاجزی وانکساری کے مالک تھے، آپ اپنے علوشان اور بلندیِ مرتبہ کے باوجود کبر ونخوت اور زعم علمدار کا کبھی شکار نہیں ہوئے، اپنے قول وفعل، رہن سہن، اور معمولات زندگی میں ہمیشہ عجز وانکسار کو اپنا شیوہ بنائے رکھا، اپنے ساتھیوں میں گھل مل کر بیٹھتے، خودنمائی اور خود بینی سے یکسر پاک تھے ،آپ کی نشست اوروں سے ممتاز نہ ہوتی، اجتماعی نشستوں میں جہاں ملاقات ختم ہوتی وہیں بیٹھ جایا کرتے تھے، کوئی اجنبی آتا تو جب تک حضور کے بارے نہ پوچھتا کہ وہ ان میں سے کون ہیں؟ وہ نہ جان سکتا تھا، زمین پر ہی نشست فرماتے، اسی پر

کھانا تناول فرماتے، مجلس میں کبھی پیر پھیلا کرنہیں بیٹھتے تھے، چھوٹا ہو یا بڑا، سلام کرنے میں پہل کرتے تھے، غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے، اگر کوئی غلام دعوت دیتا تو اس کی دعوت قبول فرماتے، مریضوں کی عیادت کرتے، جنازہ میں شمولیت فرماتے، بکری کا دودھ خود سے دوہتے، گھریلو کام خود انجام دینے میں خوشی محسوس کرتے، جب کوئی آدمی ملاقات کرتا تو سب سے پہلے آپ اسے سلام کرتے۔ جب گھر تشریف لاتے تو یہاں بھی بیکار و بے شغل نہ بیٹھتے، اگر کوئی کپڑا پھٹا ہوتا تو اسے سیتے، اپنے جوتے کی مرمت از خود فرماتے، کنواں سے ڈول نکالتے اور اس کی مرمت کرتے، اپنا ذاتی کام خود انجام دیتے، کبھی کاشانۂ اقدس کی صفائی بھی فرماتے، اپنی سواری پر اپنے خادم کو بھی ساتھ بیٹھا لیتے، مسکینوں کی بیمار پرسی فرماتے، فقراء کے ساتھ ہم نشینی اختیار فرماتے، بلند و بانگ القاب سے گریز فرماتے، اپنے ساتھیوں کی ہمیشہ خبر گیری کرتے، ساتھیوں کی خدمت بھی کرتے، بچوں کو سلام کرتے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور ان سے دل لگی فرماتے، معمولی سا ہدیہ بھی کوئی پیش کرتا تو اسے قبول فرماتے، حقیر سی دعوت بھی قبول کرنے سے اباء نہ فرماتے (الشفاء 1/77)

7: جود وسخاء

ہمارے رسول ﷺ اپنے جسم، مال، علم، دعوت، نصیحت وخیر خواہی اور دوسروں کو فائدہ پہونچانے والی ہر چیز میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی رمضان میں ہوتے تھے؛ کیونکہ رمضان سخاوت کا مہینہ ہے، اس میں اللہ اپنے بندوں پر سخاوت کرتا ہے اور توفیق یافتہ بندے اپنے بھائیوں پر سخاوت کرتے ہیں۔ جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے تھے اور قرآن کا دور کراتے تھے؛ تاکہ قرآن آپ کے دل میں راسخ ہو جائے اور قرآن کے پڑھنے پڑھانے سے ثواب بھی حاصل ہو جائے، جب جبریل علیہ السلام آپ

ﷺ سے ملاقات کرتے تو آپ ﷺ خیر کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوجاتے تھے۔یعنی آپ ﷺ بھلائی کے کاموں کی طرف سبقت کرتے اور خوب سخاوت کرتے تھے حتی کہ اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ تیز ہوتے تھے۔ حالانکہ یہ ہوا بہت تیز وتند ہوتی ہے،لیکن باوجود اس کے رسول اللہ ﷺ رمضان کے مہینے میں خیر کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے۔(أخرجہ البخاری (6) واللفظ لہ، ومسلم (2308).

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے اسلام لانے پر سوال کیا تو آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان (جتنی بکریاں آتی تھیں) اس کے برابر بکریاں اسے عنایت فرمادیں، جب وہ شخص واپس اپنی قوم میں گیا تو انہیں پکار کر کہنے لگا اسلموا سارے کے سارے مسلمان ہوجاؤ۔

بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ کبھی بھی فاقہ کا خوف نہیں رہتا۔(أخرجہ مسلم (2312،4275)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سائل کے جواب میں خواہ وہ کتنی ہی بڑی چیز کا سوال کیوں نہ کرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لا (نہیں) کا لفظ نہیں فرمایا(أخرجہ البخاری (6034) وفی (الأدب المفرد) (279) واللفظ لہ، ومسلم (2311)

یعنی ایسا کبھی نہ ہوا کہ نبی ﷺ سے کسی نے دنیوی امور میں سے کچھ مانگا ہو اور آپ ﷺ نے "نہیں" کہہ کر دینے سے انکار کردیا ہو۔ بلکہ اگر وہ چیز آپ ﷺ کے پاس ہوتی تو آپ ﷺ اسے ضرور دے دیتے یا پھر اس مانگنے والے کو اللہ کے حکم وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ "اور سوال کرنے والے کو نہ جھڑکیں۔) کی تعمیل میں کوئی اچھی بات کہہ دیتے"۔امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں انس رضی

اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت شفیق تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو بھی شخص (کوئی چیز مانگنے کے لئے) آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے دینے کا وعدہ کر لیتے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وہ چیز ہوتی تو دے دیتے۔اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کے پاس (اس کا کھانا منگانے کے لئے) ایک آدمی کو بھیجا۔تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو اس کو اپنے ساتھ لے جائے؟ یا یہ فرمایا کہ: کون ہے جو اس کی مہمان نوازی کرے؟ (بخاری)۔اسی طرح صحیح بخاری میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چادر لے کر آئی...اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے یہ آپ کو پہنانے کے لیے اپنے ہاتھ سے بنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لے لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی ضرورت بھی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آئے تو وہ چادر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہ بند تھی۔لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اسے مجھے پہنا دیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مجلس میں (کچھ دیر) تشریف فرما رہے۔پھر واپس چلے گئے اور اس چادر کو لپیٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کے پاس بھیج دیا۔لوگوں نے اس سے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا،تم نے یہ چادر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگ لی حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مانگنے والے کو منع نہیں کرتے ہیں۔اس پر وہ آدمی کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف اس لیے مانگا کہ میری وفات کے دن یہ میرا کفن بن جائے۔سہل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہی چادر اس کا کفن بنی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مانگنے والے کے ساتھ یہی رویہ ہوا کرتا تھا۔اگر وہ چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے عنایت کر دیتے تھے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی

ضرورت ہی ہوتی۔ اور اگر وہ آپ ﷺ کے پاس نہیں ہوتی تو پھر آپ ﷺ مانگنے والے سے معذرت کر لیتے یا پھر کسی اور وقت کا اس سے وعدہ کر لیتے یا پھر اس کے لیے اپنے صحابہ سے سفارش کر دیتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کا جود و کرم اور حسن اخلاق تھا

ایک موقع سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نوے ہزار درہم آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو چٹائی بورے پر رکھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے ان کو تقسیم کرنا شروع کر دیا اور کسی بھی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا، یہاں تک کہ سب کے سب درہم تقسیم کر دیئے۔اس کے بعد ایک سائل آیا اور سوال کیا تو آپ نے فرمایا اب میرے پاس کچھ نہیں لیکن تم میرے نام پر خرید لو جب میرے پاس مال آئے گا تو میں ادا کر دوں گا۔اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کا مکلف و ذمہ دار نہیں بنایا۔جس پر آپ قادر نہ ہوں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سن کر نا پسند کیا، انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ خرچ کرتے جایئے اور عرش کے مالک رب سے کسی کمی کا خوف نہ کیجئے یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا مسکرائے کہ اس بات کی خوشی کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس پر نمودار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔(شمائل ترمذی، 281،الشفاء 1/231)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو میں یہ چاہوں گا کہ میرے اوپر تین راتیں اس حال میں نہ گزریں کہ میرے پاس اس (سونے) میں سے کوئی شے بچی

پڑی ہو۔سوااس کے، جسے میں کسی قرض دینے کے لیے رکھ چھوڑوں“ (أخرجہ البخاری (2389)، ومسلم (991)

یعنی اگر میرے پاس احد پہاڑ کی مقدار کے برابر بھی خالص سونے کی شکل میں مال ہوتا ہے تو میں اس سارے کے سارے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتا اور کچھ نہ بچاتا ماسوااس کے، جسے میں حقوق اور اپنے اوپر واجب الاداء قرض کی ادائیگی کے لیے رکھ چھوڑتا۔ (أخرجہ البخاری (2389)، ومسلم (991)

8: شرم وحیاء

شرم وحیاء کا وصف ہر انسان میں فطری پر موجود ہوتا ہے جو اسے فواحش ومنکرات کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وصف حیاء سب سے اتم درجے میں موجود تھا، آپ کی حیات مبارکہ میں حیاء کے غلبے کا حال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنواری باپردہ خاتون سے بھی زیادہ حیادار تھے، جس میں سب سے زیادہ شرم وحیا ہوتی ہے؛ کیوں کہ شادی نہ ہونے کی وجہ سے وہ مردوں کے ساتھ میل جول سے دور ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ شرم وحیا کا پیکر بن کر اپنے گھر ہی میں رہتی ہے؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ تاہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی ناپسندیدہ یا ایسی بات نظر آتی، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت کے برخلاف ہوتی، تو اس کے اثرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر ظاہر ہو جاتے تھے (لیکن آپ انتہائی شرم وحیاء کی وجہ سے ناپسندیدگی کا اظہار بھی نہ فرماتے تھے)

اس لئے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باپردہ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی بات ناپسند گزرتی، تو ہم اس ناپسندیدگی کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر پہچان جاتے تھے"۔(بخاری:3562)

حضرت عائشہ رضی للہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش کلام تھے نہ بے ہودہ گو، نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے تھے؛ بلکہ معاف فرما دیا کرتے تھے۔آپ یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ کمال حیا کی وجہ سے میں نے کبھی بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو برہنہ نہیں دیکھا۔(ترمذی:2016)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ حیا فرمانے والے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عطا کر دی.؟؟(سنن دارمی:71)

شب معراج میں جب پچاس نمازوں کی مرحلہ وار تخفیف سے پانچ پر معاملہ رکا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ میں بھی مزید تخفیف کے متقاضی تھے اور اس مقصد سے پھر حضور کو حق جل مجدہ سے مراجعت کا مشورہ دیا تھا، جس پر حضور نے فرمایا کہ اب مزید مجھے اپنے رب سے تخفیف کرانے سے حیاء مانع ہو رہی ہے"استحییتُ ربی" مجھے اب اپنے رب سے حیاء آتی ہے(بخاری:342)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایمان کے ستر یا ساٹھ سے کچھ زائد شعبے ہیں، افضل ترین شعبہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے، اور سب سے کم ترین درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے، اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے(بخاری(9)، مسلم(35)

آپ کا ارشاد گرامی ہے:

إن مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولى: إذا لم تستحِي فاصنع ما شئت (صحيح بخاری 6120)

’’پہلی نبوتوں کے احکام سے جو چیز لوگوں نے پائی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تو حیا کا دامن چھوڑ دے تو جو جی میں آئے کرتا رہ‘‘۔

9: زہد وقناعت

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے محبوب و چہیتے ہیں، آپ کے ایک اشارہ سے دنیا اپنی تمام تر رعنائی، دلکشی، اور ظاہر ومخفی خزائن سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نچھاور ہوسکتی تھی، سونے چاندی کے پہاڑ ہمہ وقت آپ کے ساتھ ساتھ چل سکتے تھے؛ لیکن اس رتبۂ بلند، شہنشاہ کونین اور تاجدار دو عالم ہونے کے باوجود آپ مال ودولت سے بے نیاز، اسباب دنیا سے بے پرواہ، فقر وفاقہ، زہد وقناعت پہ مکمل قانع وخوش تھے اور ہمہ وقت آیت مبارکہ:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (طه - 131)

کوملحوظ نظر رکھتے!

امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت خیثمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ کی طرف سے پیش کش کی گئی کہ اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو زمین کے خزانے اوران کی کنجیاں دیدیں جو ہم نے آپ سے پہلے کسی نبی کو دیں اور نہ آپ کے بعد ہم کسی کو دیں گے، اس عطاء ربانی کے باوجود آپ کے لئے خدا کے پاس جو نعمتیں ہیں ان میں کوئی کمی نہیں بھی آئے گی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو میرے لیے آخرت میں ہی جمع کرلیں، چنانچہ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی:

تَبَارَكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلْ لَكَ قُصُورًا" (الفرقان: 10)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی اختیار دیا گیا تھا کہ آپ چاہیں تو نبی اور بادشاہ بنیں یا بندہ ورسول بنیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ اور رسول ہونے کا انتخاب کیا۔(تفسیر ابن کثیر 101 / 6)

جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے:

{ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور بادشاہ بننے میں اور نبی اور بندہ بننے میں اختیار دیا گیا تو آپ نے بندہ اور نبی بننا پسند فرمایا}۔(مسند احمد: 231 / 2: صحیح)

مسند ابو یعلی میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: {اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلتے رہتے} (مسند ابو یعلیٰ: 4920: صحیح)

لیکن چونکہ دنیا کی حیثیت ہمارے رسول کی نظر میں مچھر کے پر سے بھی فزوں تر تھی؛ اس لئے آپ نے کبھی دنیا کی نعمتوں، لذتوں اور آسائشوں کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہ فرمایا اور پوری زندگی زاہدانہ اور سادہ گزار دی۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی اس وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جَو کے عوض رہن رکھی ہوئی تھی (غذائی ضروریات کے لئے لئے گئے قرض کے بدلے بطور رہن رکھی ہوئی تھی) بخاری 2049, مسلم 4610)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینے کے ایک حرے (کالے پتھر والی زمین) پر چلا جارہا تھا کہ ہمارے سامنے احد پہاڑ آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ذر! میں نے جواب دیا: میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس اس احد

پہاڑ کے برابر سونا ہو، پھر مجھ پر تین دن گزر جائیں اور میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی موجود ہو، ماسوا اس شے کے جسے میں قرض کی ادائیگی کے لیے سنبھال کر رکھ لوں۔ اس کے سوا جتنا کچھ بھی ہو میں اسے اللہ کے بندوں میں اس طرح، اس طرح اور اس طرح تقسیم کر دوں۔ اپنے دائیں، بائیں اور پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چل دیے اور فرمایا: زیادہ مال و دولت والے ہی روز قیامت (اجر و ثواب میں) بہت کم ہوں گے، ماسوا اس شخص کے جس نے مال کو اس طرح، اس طرح اور اس طرح اپنے دائیں، بائیں اور پیچھے خرچ کیا ہوگا، لیکن ایسا کرنے والے کم ہی ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اپنی اس جگہ سے تب تک نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس نہ آجاوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے اندھیرے میں چل دیے یہاں تک کہ اوجھل ہو گئے۔ پھر میں نے ایک بلند آواز سنی۔ مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان پہنچانے کے درپے تو نہیں ہو گیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے کا ارادہ کیا لیکن مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان یاد آ گیا کہ میرے آنے تک اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ چنانچہ میں وہاں سے نہ ہٹا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لے آئے۔ میں نے کہا: میں نے ایک آواز سنی تھی جس کی وجہ سے مجھے خوف لاحق ہو گیا تھا۔ میں نے ساری بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے وہ آواز سنی تھی؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام تھے جو میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا: آپ کی امت کا جو شخص اس حال میں مر جائے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے پوچھا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ فرمایا: اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے۔ (أخرجہ البخاری (2388)، ومسلم (94)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، تو میرے گھر میں تھوڑے سے جَو کے سوا جو ایک طاق میں رکھا ہوا تھا اور کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو کسی جگر والے (جاندار) کی خوراک بن سکتی۔ میں اسی میں سے کھاتی رہی، یہاں تک کہ کافی عرصہ گزر گیا۔ پھر میں نے اسے ناپا تو وہ ختم ہو گیا۔(بخاری 3097)

حضرت عائشہ اپنے بھانجے حضرت عروہ سے اسی نوع کے ایک سوال کے جواب میں فرماتی ہیں:

میرے بھانجے! ہم (اہل بیت نبوت اس طرح گذارا کرتے تھے کہ) کبھی کبھی لگاتار تین تین چاند دیکھ لیتے تھے (یعنی کامل دو مہینے گذر جاتے تھے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں چولھا گرم نہ ہوتا تھا۔ (عروہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ پھر آپ لوگوں کو کیا چیز زندہ رکھتی تھی؟ حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: بس کھجور کے دانے اور پانی، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض انصاری پڑوسی تھے، ان کے ہاں دودھ دینے والے جانور تھے، وہ آپ کے لیے دودھ بطور ہدیہ کے بھیجا کرتے تھے، اور اس میں سے آپ ہم کو بھی دے دیتے تھے۔ (بخاری 6459)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا، جس میں (روئی کی جگہ) کھجور کے پتے بھر دیے جاتے تھے۔ (صحیح بخاری 6456)، صحیح مسلم:2082)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو ایک موٹا سا جبہ اور ایک موٹا سا ازار نکال کر بتایا کہ یہی وہ دونوں کپڑے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً جو کی روٹی اور سرکہ استعمال کرتے (الوفاء باحوال المصطفیٰ 2/ 598)

ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی فرماتے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتاً (مشکوٰۃ:440) اے اللہ آلِ محمد کے رزق کو بقدر زیست بنا)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہاڑوں کو سونا بنانے کی پیشکش ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے رب! میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں؛ تاکہ جب کھاؤں تو تیرا شکر کروں، اور جب بھوکا رہوں تو آپ کی جانب گریہ وزاروی میں لگا رہوں (مشکوۃ:442)

سلطان القلم علامہ سید مناظر احسن گیلانی قدس سرہ کے اس چشم کُشا اور بصیرت افروز اقتباس کو "سرمہ بصیرت" بناتے چلئے:

''خاک کے فرش کے سوا جس کے پاس کوئی فرش نہ تھا، وہ اگر خاک پے سویا تو کیا خاک سویا، جو تخت پر سوسکتا تھا وہ مٹی پر سویا تو اسی کا سونا ایسا خالص سونا ہے جس میں کوئی کھوٹ نہیں (النبی الخاتم: ص52)

10: صبر و استقلال

مصائب و مصاعب، حوادث و مشکلات، ابتلاء و اضطراب اور الجھن و گھبراہٹ میں عزیمت، ثابت قدمی، دل جمعی، استقلال، مضبوطی، پامردی، اخلاقی جرأت، عزم و حوصلہ اور بہتر نتائج کی توقع کے ساتھ پۓ مقصد سرگرم سفر رہنا ہر فتح کی نوید اور ہر عروج کی کنجی ہے۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل از ولادت سایہ پدری کا اٹھ جانا، بچپن میں دوران سفر آپ کی والدہ مشفقہ کا بھی داغ مفارقت دیدینا، پھر شفیق دادا کا بھی سدھار جانا، تین سال تک شعب ابی طالب میں جاں کاہ مشقتوں اور حبس بے جا کے

عذاب سے لبریز زندگی گزارنا، پھر ایک ہی سال کے اندر آپ کے حامی چچا اور آپ کی غمگسار رفیقہ حیات کا داعی اجل کو لبیک کہنا، پھر بعثت اور آغاز دعوت کے بعد مکہ اور طائف میں آپ کے ساتھ روا رکھا جانے والا ظلم، ستم، اذیّت، تکلیف، ذہنی کوفت اور جسمانی تشدد وحشیانہ اور غیر انسانی برتاؤ، پھر گھر سے بے دخل کر دیئے جانے جیسے جبر واستبداد کے وہ حوصلہ شکن مظاہر تھے جن کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں؛ لیکن ان قیامت خیزیوں میں بھی آپؐ کے صبر و تحمل، عفو و درگزر، ضبط و برداشت اور استقلال میں ذرّہ برابر کمی نہیں آئی۔

نبوت کے پورے 23 سال کے عرصے میں ایک پل بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا۔ آپ کے ساتھیوں پر ہر قسم کے مظالم روا رکھے گئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا صبر واستقلال کا بھرپور مظاہرہ کیا کبھی بے صبری کا ثبوت نہ دیا۔ کبھی کسی کا گلہ شکوہ نہیں کیا عزم واستقامت سے اپنے مقدس مشن میں لگے رہے۔ کامیابی قدم بوس ہوئی، مکہ فتح ہوا اور سارا عرب دارالاسلام بن گیا۔

دراصل حق جل مجدہ نے آپ کی ایسی ہی تربیت فرمائی تھی، آپ کو ایسی ہی ہدایات دی گئی تھیں:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ" (لقمان:17)

''اور صبر کیا کرو ہر مصیبت پر جو تمہیں پہنچے''۔

"فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُل"[الاحقاف:35]

''پس (اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!) آپ صبر کیجیے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا تھا''۔

"وَلْيَعْفُوْاوَلْيَصْفَحُوْا"[النور:22]

’’اور چاہئے کہ (یہ لوگ) معاف کر دیں اور درگزر کریں‘‘

’’وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُورِ‘‘[الشوریٰ:43]

’’اور یقیناً جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ بلند ہمت کاموں میں سے ہے‘‘۔

پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان گنت قول اور سراپا ولازوال سیرت وکردار سے آشکار فرمادیا کہ دنیا کی مشکلات وتکالیف پہ نیک، راست باز، ایمان ویقین رکھنے والے باہمت لوگ ہی صبر کرتے ہیں ،صبر ہر درد کا درماں، ہر خصوصیت کی رسی اور ہر فضل وکمال اور عروج وترقی کا مرجع ہے،صبر کا بدلہ جنت ہے،اس کا اجر بے حساب ہے،صبر کرنے والوں پر خدا کی رحمت وسلامتی نازل ہوتی ہے

صابرین کے ہدایت یافتہ ہونے کی بشارت رب نے دی ہے۔

{إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ } [الزمر 10]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

(نعت ومنقبت درشان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم)

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی قدس سرہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روضہ قدس پہ بارگاہ عزت پناہ میں دیدار کی التجا پیش کرتے ہوئے :

ذرا چہرہ سے پردے کو اُٹھاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ

کرو روئے منوّر سے مری آنکھوں کو نورانی
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ

اُٹھا کر زُلفِ اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے
مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یا رسول اللہ

شفیعِ عاصیاں ہو تم وسیلۂ بیکساں ہو تم
تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ

پیاسا ہے تمہارے شربتِ دیدار کا عالم
کرم کا اپنے اک پیالہ پلاؤ یا رسول اللہ

خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اُس کے
ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسول اللہ

چھپیں خجلت سے جا کر پردۂ مغرب میں ماہ و خور
گر اپنے حُسن کا جلوہ دکھاؤ یا رسول اللہ

لگے گا جوش کھانے خود بخود دریائے بخشایش
کہ جب حرفِ شفاعت لب پہ لاؤ یا رسول اللہ

یقیں ہو جائے گا کفّار کو بھی اپنی بخشش کا
جو مَیداں میں شفاعت کے تم آؤ یا رسول اللہ

مجھے بھی یاد رکھیو ہوں تمہارا اُمتی عاصی
گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یا رسول اللہ

ہوا ہوں نفس اور شیطاں کے ہاتھوں سے بہت رُسوا
مرے اب حال پر تم رحم کھاؤ یا رسول اللہ

اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں
تم اَب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم
ہمارے جرم و عصیاں پر نہ جاؤ یا رسول اللہ

جہاز اُمت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

مشرّف کر کے مجھ کو کلمۂ طیّب سے اپنے تم
پھر اب نظروں سے اپنی مت گراؤ یا رسول اللہ

پھنسا ہوں ہر طرح گردابِ غم میں ناخدا ہو کر
مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ

اگرچہ ہوں نہ لائق دان کے پر امید ہے تم سے
کہ پھر مجھ کو مدینے میں بلاؤ یا رسول اللہ

حبیبِ کبریا ہو تم، امامِ انبیاء ہو تم
ہمیں بہرِ خدا حق سے مِلاؤ یا رسول اللہ

شرابِ بے خودی کا جام اِک مجھ کو پلا کر اَب
دوئی کے حرف کو دل سے مٹاؤ یا رسول اللہ

بہت بھٹکا پھرا میں وادیٔ فرقت میں جوں وحشی
کرم فرماؤ اب تو مت پھراؤ یا رسول اللہ

مشرّف کر کے دیدارِ مبارک سے مجھے اِک دم
مرے غم دین و دنیا کے بھلاؤ یا رسول اللہ

خدا کے واسطے رحمت کے پانی سے مرے اگر
تپِ ہجراں کی آتش کو بجھاؤ یا رسول اللہ

پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قیدِ دو عالَم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

(کلیات امدادیہ صفحات 90، 91 دارالاشاعت کراچی)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ

مدینہ کی مٹی بھی خاک شفا ہے
یہاں تک ہے دل میں وقار مدینہ
لگائیں گے آنکھوں میں سرمہ سمجھ کر
ملے گر ہمیں کچھ غبار مدینہ

حجۃ الاسلام، الامام محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ

فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانئ احمدؐ
زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار

نثار کیا کروں مفلس ہوں نام پر اس کے
فلک سے عقدثریا لوں دے اگر وہ ادھار

ثنا کر اس کی فقط قاسم اور سب کو چھوڑ
کہاں کا سبزہ کہاں کا چمن کہاں کی بہار

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ

چمکتا رہے تیرے روضہ کا منظر
سلامت رہے تیرے روضہ کی جالی

ہمیں بھی عطا ہووہ شوق ابوبکر
ہمیں بھی عطا ہو و ہ جذبہ بلالی

مرزا مظہر جان جاناں

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم بر راہ ثنا نیست

خدا مدح آفرینِ مصطفی بس
محمد حامدِ حمدِ خدا بس

محمد از تو می خواہم خدا را
الٰہی از تو حبِّ مصطفی را

حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مورومار

اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روضہ کے آس پاس غبار

ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا
کہ جائے کوچۂ اطہر کو تیرے بن کے غبار

خواجہ عزیز الحسن مجذوب

ہو نعت ِ بشر یا کوئی شایان محمد ﷺ
ہے جب کہ خدا خود ہی ثنا خوان محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

اللہ رے جولان یہ عرفان محمد ﷺ
ہے ہر دو جہاں گوشہ دامان محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

اے ایت ِ حق نام خدا شان محمد ﷺ
تفسیر اسی کی ہے یہ قرآن محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

درکار و سزا وار و مریضان محمد ﷺ
درمانِ مسیحا نہیں درمان محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

تھمتے نہیں اشک غمِ ہجرانِ محمد ﷺ
رہتے ہیں صدا طالب دامانِ محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

ہو جائے جو یہ عشق میں قربان محمد ﷺ
کہلائے مری جانِ حزیں جان محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

ہے لعل و جو اہر لب و دندان محمد ﷺ
گویا ہے دھن پاک بد خشان محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

رکھتا ہے ستوں چار یہ ایوان محمد ﷺ
وہ چار جو ہیں خاصۂ خاصان محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

یا رب رہوں دن رات غزل خوان محمد ﷺ
ہو جائے حسن بھی تراسان محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

رفعت ہو بیان کیا جسے کہتے بھی ہے معراج
پائیں تیرے ایوان کی ہے اے شان محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

ہر سنت حضرت پہ چل سر کے بل اے دل
کر دے جو خدا تجھ کو قدر دان محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

کیا بات ہے حضرت کے اطاعت کے شرف کی
شاہان دو عالم ہیں غلامان محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

تخلیقِ دو عالم کے ہوئے آپ ہی باعث
دیکھے کوئی شان ،شان و سرور سامانِ محمد ﷺ
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد ﷺ

جان دینے کو تیار ہی رہتے تھے صحابہ
کافی تھا فقط جنبش ِ مژگان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مجذوب اٹھے خواب زیارت الٰہی
سودا ذرا زلف ِ پریشان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
میں اور میرے ماں باپ ہو قربان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا سید مناظر احسن گیلانی رح

پیارے محمد جگ ساجن
تم پر واروں تن من دھن
تم ری صورتیا من موہن
کبھو کرائیو تو درشن
جیا کنھڑے دلوا ترسے
کڑکا کڑکے بدرا برسے
صلی اللہ علیک نبیا
تم ری دوریا کیسے چھوڑوں
تم سے توڑوں کس سے جوڑوں
تم ری گلی کی دھول بٹوروں
تم رے نگر میں دم بھی توڑوں
جی کا اب ارمان یہی ہے
آٹھوں پہر اب دھیان یہی ہے

خواجہ عزیز الحسن مجذوب

مبارک ہو اے بیقرارِ مدینہ
بلاوا ہے یہ اضطرارِ مدینہ

ہو طے جلد اے رہگذارِ مدینہ
بہت سخت ہے انتظارِ مدینہ

الٰہی دکھا دے بہارِ مدینہ
کہ دل ہے بہت بیقرارِ مدینہ

یہ دل ہو اور انوار کی بارشیں ہوں
یہ آنکھیں ہوں اور جلوہ زارِ مدینہ

ہوائے مدینہ ہو بالوں کا شانہ
ہو آنکھوں کا سُرمہ غبارِ مدینہ

وہاں کی ہے تکلیف راحت سے بڑھ کر
مجھے گُل سے بڑھ کر ہے خارِ مدینہ

کبھی گرد کعبہ کے ہوں میں تصدق
کبھی جا کے ہوں میں نثارِ مدینہ

کبھی لطف مکہ کا حاصل کروں میں
کبھی جا کے لوٹوں بہارِ مدینہ

رہے میرا مسکن حوالیٔ کعبہ
بنے میرا مدفن دیارِ مدینہ

پہنچ کر نہ ہو لوٹنا پھر وہاں سے
وہیں رہ کے ہو جاں سپارِ مدینہ

بصد عیش سوؤں میں تا صبحِ محشر
جو ہو میرا مرقد کنارِ مدینہ

مجھے چپہ چپہ زمیں کا ہو طیبہ
میں ایسا بنوں رازدارِ مدینہ

میں پسماندہ ہوں کیوں نہ حسرت سے دیکھوں
سُوئے عازمانِ دیارِ مدینہ

وہاں جلوہ فرما حیات النبی ہیں
زہے زائرینِ مزارِ مدینہ

نمک بر جراحت ہے اُف ذکرِ طیبہ
کہ ہوں آہ میں دلفگارِ مدینہ

میں جاؤں وہاں نیک اعمال لے کر
کہ یارب نہ ہُوں شرمسارِ مدینہ

الٰہی بصد شوق مجذوبؔ پہنچے
یہ ناکام ہو کامگارِ مدینہ

(حضرت شیخ سعدی متوفی 691ہجری)

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست
کتب خانہ چند ملت بشست

[وہ یتیم جس نے پڑھنا نہ سیکھا، اس نے ملت کی کتنی ہی کتابیں دھو ڈالیں اور انھیں منسوخ کردیا]

نگار من کہ بمکتب نرفت وخط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

[میرا محبوب اسکول گیا اور نہ لکھنا سیکھا، وہ اشاروں ہی سے سیکڑوں مسائل سمجھا کر مدرس بن گیا]

مولانا عبدالماجد دریابادی

پڑھتا ہوا محشر میں جب صلِّ علیٰ آیا
رحمت کی گھٹا اٹھی اور ابر کرم چھایا

جب وقت پڑا نازک اپنے ہوئے بیگانے
ہاں کام اگر آیا تو نام تیرا آیا

پرسش تھی گناہوں کی اور یاس کا تھا عالم
بے کس کی خبر لینے محبوب خدا آیا

یہ نام مبارک تھا یا حق کی تجلی تھی
دم بھر میں ہوا فاسق ابدال کا ہم پایا

چرچے ہیں فرشتوں میں اور رشک ہے زاہد کو
اس شان سے جنت میں شیدائے نبی آیا

ایک عمر کی گمراہی ایک عمر کی سرتابی
جز تیری غلامی کے آخر نہ مفر پایا

حکمت کا سبق چھوڑا، عزت کی طلب چھوڑی
دنیا سے نظر پھیری سب کھو کے تجھے پایا

فاسق کی ہے یہ میت، پر ہے تو تیری امت
ہاں ڈال دےتو دامن کا اپنے ذرا سا یا.......

حضرت بہادر شاہ ظفرؔ

اے سرورِ دوکون شہنشاہِ ذو الکرم
سرخیلِ مرسلین و شفاعت گرِ اُمم

موکب ترا ملائک و مرکب ترا براق
مولا ہے ترا مکہ و معبد ترا حرم

رنگِ ظہور سے تیرے گلشن رخِ حدوث
نور و وجود سے تیرے روشن دلِ قدم

قرآں میں جب کہ خود ہو ثنا خواں ترا خدا
کیا تاب پھر قلم کو جو کچھ کر سکے رقم

تیری جنابِ پاک میں ہے یہ ظفرؔ کی عرض
صدقے میں تیری آل کے ائے شاہِ محتشم

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ میم کو اٹھا کر
وہ بزم یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

جو تیرے کوچے کے ساکنوں کا فضائے جنت میں دل نہ بہلا
تسلیاں دے رہی ہیں حوریں خوشامدوں سے منا منا کر

شہید عشق نبی کے مرنے میں بانکپن بھی ہیں سو طرح کے
اجل بھی کہتی ہے زندہ باشی ہمارے مرنے پہ زہر کھا کر

ترے ثنا گو عروس رحمت سے چھیڑ کرتے ہیں روز محشر
کہ اس کو پیچھے لگا لیا ہے گناہ اپنے دکھا دکھا کر

بتائے دیتے ہیں اے صبا ہم یہ گلستان عرب کی بو ہے
مگر نہ اب ہاتھ لا ادھر کو وہیں سے لائی ہے تو اڑا کر

شہید عشق نبی ہوں میری لحد پہ شمع قمر جلے گی
اٹھا کے لائیں گے خود فرشتے چراغ خورشید سے جلا کر

جسے محبت کا درد کہتے ہیں مایہ زندگی ہے مجھ کو
یہ درد وہ ہے کہ میں نے رکھا ہے اس کو دل میں چھپا چھپا کر

اڑا کے لائی ہے اے صبا تو جو بوئے زلف معنبریں کو
ہمیں اچھی نہیں یہ باتیں خدا کی رہ میں بھی کچھ دیا کر

خیال راہ عدم سے اقبال تیرے در پر ہوا ہے حاضر
بغل میں زاد عمل نہیں ہے صلہ مری نعت کا عطا کر

علامہ سید سلیمان ندوی قدس سرہ

تو ہے مجموعہ خوبی وسراپائے کمال
کون سی تیری ادا دل کی طلب گار نہیں

ہر قدم بادصباء حسن ادب سے رکھنا
بوئے گیسوئے نبی نافہ تاتار نہیں

شک نہیں مطلع والشّمس ہے بطحا کی زمیں
کون سا ذرہ وہاں مطلع انوار نہیں

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ۔

لَوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالَمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرّۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمالِ بے نقاب

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

کلیاتِ اقبال/ بالِ جبریل۔صفحہ، 441/ 116-117

فرہنگ و تلمیحات:

لَوح: لغوی معنی تختی کے ہیں۔ جبکہ روایتی یا مذہبی معنی "لوحِ تقدیر یا لوحِ محفوظ" ہیں۔ علامہ اقبال کے مطابق لوح:

"تفکر کے وسیع تر یا لامحدود کُل کے لیے قرآن پاک میں لوحِ محفوظ کا استعارہ استعمال ہوا ہے جس میں علم کے تمام امکانات اپنی بسیط صورت میں موجود رہتے

ہیں۔" (سید عابد علی عابد۔تلمیحاتِ اقبال۔183-184)

الکتاب: لغت میں کتاب کے معنی "لکھی ہوئی چیز" ہیں لیکن اصطلاح میں الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔جیسا کہ سورۃ بقرۃ کی دوسری آیت میں مذکور ہے۔

گنبدِ آبگینہ رنگ: آئنیہ کے رنگ کا گنبد/ صاف شفاف گنبد مراد آسمان ہے۔

حباب: پانی کا بُلبلہ

پہلے شعر میں اقبال نے اُس قول کی طرف اشارہ کیا ہے جو حدیثِ قدسی کے طور پر معروف ہے:

لولاک لما خلقت الافلاک۔

ترجمہ:" اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں افلاک کی تخلیق نہ کرتا۔"

ذرّۂ ریگ: ریت کا ذرّہ

شوکتِ سنجر و سلیم: سنجر و سلیم کی مانند شان، رعب داب اور قوت

سنجر: سلطان سنجر سلجوقیوں کا آخری فرماں روا ہے۔سنجر ایران کے بہترین، بزرگ ترین بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ شجاع، کریم، رعیت نواز اور ہنر پرور تھا۔ اس کے رعب داب کا یہ عالم تھا کہ امام غزالیؒ جب اُس کے دربار میں داخل ہوئے تو ہیبت سے اُن کا جسم کانپنے لگا۔سلطان سنجر نے خود اُٹھ کر اُن کا استقبال کیا مگر اُن کی یہ کیفیت دور نہ ہوئی۔تب اُنہوں نے تلاوتِ قرآن کا کہا اور قاری نے سورۃ

زمر کی آیت تلاوت کی:

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ

"کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔" (سورۃ زمر، آیت، 36)

تب امام غزالیؒ کی حالت معمول پر آئی۔

سلیم: سلطان سلیم اول جس کا نام تاریخ میں بہادری کے لیے ضرب المثل ہے۔ سلطنتِ عثمانیہ کا پہلا پُر جلال بادشاہ تھا۔ شام، مصر، حجاز، دیار بکر، آرمینیہ اور کردستان اس کے زیرِ نگین تھے۔ اسے سب سے پہلے خادم حرمین شریفین کا لقب دیا گیا۔

فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ: جنیدؒ اور بایزیدؒ جیسا فقر

فقر: لغوی معنی محتاجی اور افلاس کے ہیں۔ اقبال کے کلام میں فقر بھی روایتی معنوں میں مستعمل نہیں، بلکہ اپنے حقیقی اسلامی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد بے بسی اور افلاس نہیں، یہ مردِ مومن کا دنیا سے استغنا ہے۔

جنیدؒ: حضرت جنید بغدادیؒ ابتدائی عہد کے صوفیا میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ کا لقب "سید الطائفہ" یعنی "صوفیا کا سردار" ہے۔

بایزیدؒ: حضرت بایزید بسطامیؒ ابتدائی صوفیا میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ کا فقر معروف ہے۔ (فرہنگ و تلمیحات از حامد محمود)

أشهد أن محمدا رسول الله

(میر تقی میر)

کیا سیہ کاری نے منھ کالا کیا
بات کرنے کا نہیں کچھ منھ رہا
رحم کر خاکِ مذلت سے اٹھا
میرے عفوِ جرم کی تخصیص کیا
رحمۃ لِلعالمینؐ یا رسول
ہم شفیع المذنبینؐ یا رسول

دہر زیرِ سایۂ لطفِ عمیم
خلق سب وابستۂ خلقِ عظیم
تجھ سے جویائے کرم، عاصم اثیم
سخت حاجت مند ہیں ہم تو کریم
رحمۃ للعالمینؐ یا رسول
ہم شفیع المذنبینؐ یا رسول

ہو رہے ہیں ہم جو دوزخ کے حطب
سر پہ یہ اعمال لائے ہیں غضب
رکھتے ہیں چشمِ عنایت تجھ سے سب
تجھ سوا کس سے کہیں احوال اب
رحمۃ لِلعالمینؐ یا رسول
ہم شفیع المذنبینؐ یا رسول

نیک و بد تیرے ثنا خوانِ ہم
لطف تیرا آرزو بخشِ اُمم
ملتفت ہو تُو، تو کاہے کا ہے غم
تُو رحیم اور مستحقِ رحم ہم
رحمۃ لِلعالمینؐ یا رسول
ہم شفیع المذنبینؐ یا رسول

روؤں ہوں شرمِ گنہ سے زار زار
بے عنایت کچھ نہیں اسلوب

کار دل کو جب ہوتا ہے آکر اضطرار
زیرِ لب کہتا ہوں یہ میں بار بار
رحمۃ لِلعالمینؐ یا رسول
ہم شفیع المذنبینؐ یا رسول
سبز برپا ہوگا جب تیرا نشاں
آفتابِ حشر میں بہرِ اماں
ہووے گی انواعِ خلقت جمع واں
کیوں نہ ہو سائے میں اس کے دو جہاں
رحمۃ للعالمینؐ یا رسول
ہم شفیع المذنبینؐ یا رسول

(حفیظ جالندھری)

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوع انسانی

سلام اے ظلِ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی

سلام اے سرِ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی

ترے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حال قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی

سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ روحانی

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشا، ترا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

اگرچہ فقرُ فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرِ کسرائی و خاقانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی

حفیظ بے نوا کیا ہے گدائے کوچۂ الفت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی

ترا در ہو مرا سر ہو مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

سلام ، اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام،اے خاک کےٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

(اقبال احمد سہیل متوفی ۱۹۵۵ع)

محمد وہ کتاب کون کا طغراے پیشانی
محمد وہ حریم قدس کا شمع شبستانی

محمد یعنی وہ حرف نخستیں کلکِ فطرت کا
محمد یعنی وہ اعضاے توقیعات ربانی

وہ فاتح جس کا پرچم اطلسِ زنگاریِ گردوں
وہ اُمّی جس کے آگے عقلِ کل طفلِ دبستانی

وہ رابط عقل ومذہب کوکیا شیر وشکر جس نے
وہ فارق زہد سے جس نے مٹایا داغِ رہبانی

وہ ناطق جس کے آگے مہربرلب بلبلِ سدرہ
وہ صادق جس کی حق گوئی کاشاہد نطقِ ربانی

وہ عادل جس کی میزان عدالت میں برابر ہے
غبار مسکنت ہویا وقار تاج سلطانی

وہ جامع جس نے یکجا کردیے بکھرے ہوئے دانے
مٹادی جس نے آکے باہمی تفریق انسانی

وہ درس آموزِ فطرت جس نے سب سے پہلے دنیا میں
بتائے اہل عالم کو حقوق جنس نسوانی

وہ گنجورِ معارف جس کے اک اک حرف میں پنہاں
نکات فلسفی ، اسرار نفسی ، راز عمرانی

وہ کشاف سرائر، جس نے کھولا چند اشاروں میں
علوم اولین و آخریں کا گنج پنہانی

(خواجہ الطاف حسین حالی)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا

مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اتر کر حِرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا
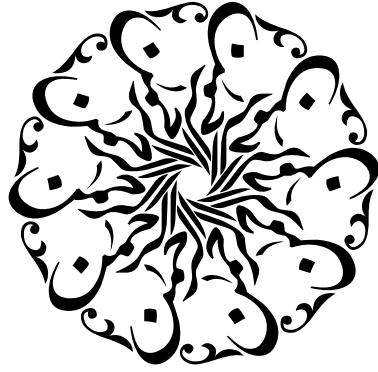
(ماہرالقادری)

کہاں میں کہاں مدحِ ذاتِ گرامی
نہ سعدی نہ رومی نہ قدسی نہ جامی

پسینے پسینے ہوا جا رہا ہوں
کہاں یہ زباں اور کہاں نامِ نامی

سلام اس شہنشاہ ِہر دو سرا پر
درود اس امامِ صفِ انبیاء پر

پیامی تو بے شک سبھی محترم ہیں
مگر للہ للہ خصوصی پیامی

فلک سے زمیں تک ہے جشنِ چراغاں
کہ تشریف لاتے ہیں شاہِ رسولاں

خوشا جلوہِ ماہتابِ مجسّم
زہے آمدِ آفتاب تمامی

کوئی ایسا ہادی دکھادے تو جانیں
کوئی ایسا محسن بتا دے تو جانیں

کبھی دوستوں پر نظر احتسابی
کبھی دشمنوں سے بھی شیریں کلامی

اطاعت کے اقرار بھی ہر قدم پر
شفاعت کا اقرار بھی ہر نظر میں

اصولاً خطاؤں پہ تنبیہ لیکن
مزاجاً خطا کار بندوں کے حامی

یہ آنسو جو آنکھوں سے میری رواں ہیں
عطائے شہنشاہِ کون و مکاں ہیں
مجھے مل گیا جامِ صہبائے کوثر
میرے کام آئی میری تشنہ کامی
فقیروں کو کیا کام طبل و علَم سے
گداؤں کو کیا فکر جاہ و حشم کی
عباؤں قباؤں کا میں کیا کروں گا
عطا ہو گیا مجھ کو تاجِ غلامی
انہیں صدقِ دل سے بُلا کے تو دیکھو
ندامت کے آنسو بہا کے تو دیکھو
لیے جاؤ عُقبیٰ میں نامِ محمدؐ
شفاعت کا ضامن ہے اسمِ گرامی

(ماہرالقادریؒ)

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سکھلائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں دے دی
سلام اس پر ابو سفیان کو جس نے اماں دے دی

سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اس پہ ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں

سلام اس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے
سلام اس پر کہ گھر والے بھی جس سے جنگ کرتے تھے

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر جو امت کے لیے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا

سلام اس پر جو دنیا کے لئے رحمت ہی رحمت ہے
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیّت ہے

سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی

سلام اس پر کہ جس کی چاند تاروں نے گواہ دی
سلام اس پر کہ جس کی سنگ پاروں نے گواہی دی

سلام اس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلام اس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا

سلام اس پر کہ جس کا نام لے کر اس کے شیدائی
الٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت اوجِ دارائی

سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں

سلام اس ذات پر کہ جس کے یہ پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالد و حیدر کے افسانے

درود اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی
درود اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی

درود اس پر کہ جس کے تذکرے ہیں پاک بازوں میں
درود اس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں

درود اس پر، جسے شمعِ شبستان ازل کہیے
درود اس ذات پر فخرِ بنی آدم جسے کہیے
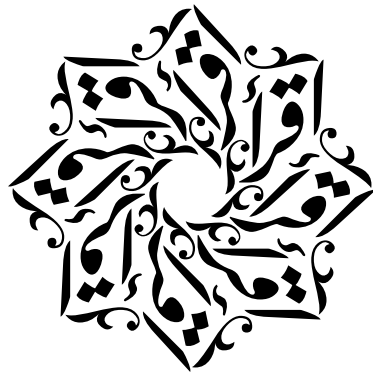
ماہرالقادریؒ

رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیے، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں، پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیے

جب ان کا ذکر ہو دینا سراپا گوش ہو جائے
جب ان کا نام آئے مرحبا صل علی کہیے

مرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم شمع ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہیے

محمد کی نبوت دائرہ ہے نور وحدت کا
اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے

غبار راہ طیبہ سرمہ چشم بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاک شفا کہیے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے
مری آنکھوں کو ماہر، چشمہ آب بقا کہیے

(حضرت جان محمد قدسی رح)

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

من بیدل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

چشمِ رحمت بکشا سوئے مَن اندازِ نظر
ای قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی

نسبتی نیست بذات تو بنی آدم را
بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
رحم فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی

عاصیانیم، زمانی کہ اعمال مپرس
سوی ما روی شفاعت بکن از بی سببی

نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی

ذاتِ پاکت ودریں ملکِ عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآن بہ زبانِ عربی

بر درِ فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و زنگی و طوسی، یمنی و حلبی

شبِ معراج عروج توگذشت از افلاک
بہ مقامی کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوی توقدسیؔ پی درماں طلبی

(حضرت جان محمد قدسی رح)

اے مکی مدنی و عربی آقا مرحبا
آپ پر دل و جاں فدا ہوں
کیا خوبصورت لقب ہے آپکا

میں بیدل آپکی خوبصورتی دیکھ کر عجب حیرانی میں مبتلا ہوں ۔اللہ اللہ کیا جمال ہے حیرانگی کی انتہا ہے

مدینے کے باغات آپ کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے سرسبز ہو گئے اور آپ کی وجہ ہی سے یہاں کی تر و تازہ کھجوریں اپنی شیرینی میں شہرہ آفاق ہو گئیں (تر و تازہ سے مراد نیا نظام اسلام ہے اور اسکا شہرہ آفاق ہونا تو ظاہر ہی ہے کہ اسلام ہر طرف پھیل گیا)۔

اپنی رحمت کی آنکھ کھول کر میری جانب اک نظر کیجیے
اے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریشی ہاشمی اور مطلبی لقب رکھنے والے ہیں

آپ کی ذات کی نسبت بنی آدم سے نہیں ہے بلکہ آپ تو تمام جہانوں اور آدم سے برتر ہیں، آپ کا نسب کیا اعلیٰ ہے۔

ہم سب انتہائی پیاسے ہیں اور آپ کی ذاتِ مبارک آبِ حیات ہے، رحم

فرمائیے (اور اس آبِ حیات کے جام پلائیے) کہ ہماری پیاس حد سے بڑھ چکی ہے۔

آپ کی ذاتِ پاک نے عرب میں ظہور کیا اور اسی سبب سے قرآن کی زبان بھی عربی ہے۔

اے آقا آپ ہی حبیب اور دلوں کے طبیب ہیں اور فرشتے بھی آپ کی طرف درمان طلب کرنے کے لیے آتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا ظفر علی خاں

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہیں تو ہو

پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے
اُس نورِ اولیں کا اجالا تمہیں تو ہو

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولٰی تمہیں تو ہو

اس محفلِ شہود کی رونق تمہیں سے ہے
اس محمل نمود کی لیلٰی تمہیں تو ہو

جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو

جو ماسوا کی حد سے بھی آگے گزر گیا
اے رہ نور و جادہ اسریٰ تمہیں تو ہو

پیتے ہی جس کے زندگئ جاوداں ملی
اُس جاں فزا لال کے مینا تمہیں تو ہو

اٹھ اٹھ کے لے رہا ہے جو پہلو میں چٹکیاں
وہ درد دل میں کر گئے پیدا تمہیں تو ہو

دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمہیں تو ہو

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمہیں تو ہو

پستا سنائیں جاکے تمہارے سوا کسے
ہم بے کسانِ ہند کے ملجا تمہیں تو ہو

مولانا عبدالرحمن جامی

جہاں روشن است از جمالِ محمد
دلم تازہ گشت از وصالِ محمد

خوشا مجلس و مسجد و خانقاہے
کہ دروے بود قیل و قالِ محمد

وصفِ رخش والضحے گشت نازل
چو واللیل شد زلف خالِ محمد

بروے زمین گشت سردارِ عالم
ہر آنکس کہ شد پائمالِ محمد

بجنت ہمہ حوریاں کرد نعرہ
بوقتِ شنیدن وصالِ محمد

شود پاک معصوم کلی گنہ گار
کہ در خواب بیند جمالِ محمد

بود در جہاں ہر کسے را خیال
مرا از ہمہ خوشِ خیال محمد

بصدق و صفا می تواں گشت جامیؔ
غلامِ غلامانِ آلِ محمد

(تمام جہان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی روشنی سے مستنیر ہے میرا دل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے تازہ ہوگیا ہے۔۔۔

وہ مجلس کتنی حسین ہوگی؟ اس مسجد کا کیا مقام ہوگا؟ اور اس خانقاہ کی کتنی توقیر ہوگی؟

جس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیل وقال کا بیان ہو۔۔۔۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو ہو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی تعریف میں سورہ والضحیٰ نازل ہوئی اسی طرح سورہ واللیل تو آپ کی زلفوں اور آپ کے خال (تل) مبارک کی تعریف میں ہے

روئے زمین پر وہ شخص پوری دنیا کا سردار بن گیا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے نیچے پامال ہوا یعنی جس نے اپنے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی خاک جانا اور غلامی اختیار کی اسکا مرتبہ شاہان دنیا سے بھی بلند ہوگیا

جب حوروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں آنا معلوم ہوا (شب معراج کی طرف اشارہ ہے) تو حوروں نے خوشی سے نعرے لگائے کہ آج آپ سے وصال ہوگا

انتہائی سیہ کار اور بدکار شخص بھی پاک اور معصوم ہوجاتا ہے اگر اسے خواب میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوجائے۔ کیونکہ حدیث شریف کی رو سے جس نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے انہیں ہی دیکھا اسکا یہ خواب شیطانی وسوسہ ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ شیطان کو یہ قدرت ہی نہیں دی گئی کہ وہ کسی کی خواب خیال میں بھی اپنی صورت کو آپ کی صورت کے مشابہ بنا کر آئے

دنیا میں ہر کسی کو کوئی نہ کوئی فکر رہتی ہے اور وہ کسی نہ کسی خیال میں مستغرق ہوتا ہے اور میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ مجھے تمام خیالوں سے افضل اور بہترین خیال (یعنی خیالِ محمد) نصیب ہوا ہے

جامی انتہائی صدق اور صفائے قلبی سے، آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا غلام بن گیا ہے)۔ صلی اللہ علیہ وسلم

امیر خسرو

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیأً لِلّٰہ از جمال روئے تو

ہم مفلس اور قلاش تمہاری گلی میں آئے ہیں۔ خدا کے لئے اپنے حسن و جمال سے کچھ عطا کر دیجئے (یعنی دیدار کی لذت سے شاد کام فرمایئے)۔

جنت الماویٰست جاناں کوئے تو
سجدہ گاہے عاشقاں ابروئے تو

اے میرے محبوب! تمہاری گلی جنت الماویٰ ہے، اور تمہارے خوبصورت محراب دار ابرو عاشقوں کے لئے محراب سجدہ ہیں۔

دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بردست و بر بازوئے تو

ہماری زنبیل گدائی کی طرف، اپنے ہاتھ بڑھاؤ، تمہارے دست و بازو پر آفریں ہے۔

ہر چہ آید در نظر غیر تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا کوئے تو

جو کچھ بھی نگاہوں میں آتا ہے، وہ تمہارے علاوہ کچھ نہیں۔ یا تو وہ تمہاری شکل ہے یا تمہاری خوشبو یا تمہاری خصلت وصفت (یعنی مظاہر فطرت میں ہر جگہ تمہارا جلوہ نمایاں ہے)۔

امیر خسرو

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہ ہر سو رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم

(کل رات جہاں میں تھا وہ ایک انجان جگہ تھی کل جہاں میں تھا ہر طرف زخمیوں کا رقص ہو رہا تھا)

پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے
سراپا آفت دل بود شب جائے کہ من بودم

(کل رات جہاں میں تھا لالہ چہرے، لمبے قد اور پری جیسے لوگ ہمارے دل کے لیے آفت بنے ہوئے تھے)

رقیباں گوش بر آواز او در ناز و من ترساں
سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم

(کل رات جہاں میں تھا تمام رقیب اس کی بات پر کان دھرے ہوئے تھے

وہ غرور میں تھا اور میں ڈرا تھا، وہاں بات کرنا بھی مشکل ہو گیا تھا)

خدا خود میر مجلس بود اندر لا مکاں خسروؒ
محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم
(اے خسروؒ کل جہاں میں تھا وہاں خدا خود میر مجلس تھا جب کہ محمدؐ شمع محفل تھے)

مرا از آتش عشق تو دامن سوخت اے خسروؒ
محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم
(اے خسروؒ عشق کی آگ نے میرا دامن جلا ڈالا کل رات جہاں میں تھا وہاں محمدؐ خود شمع محفل تھے)
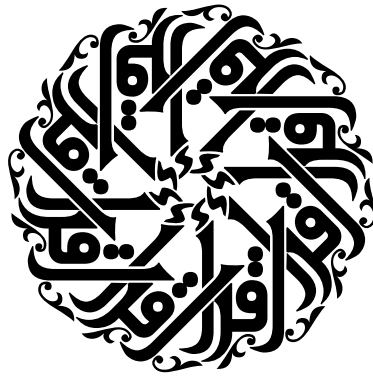
(مولانا عبدالرحمن جامی)

گل از رخت آموختہ نازک بدنی را
بلبل زتو آموختہ شیریں سخنی را

(گلاب نے تیرے چہرے سے نزاکت کا درس لیا ہے۔بلبل نے تیرے تکلم سے شیریں کلامی سیکھی ہے)۔

ہر کس کہ لبِ لعل ترا دیدہ بہ دل گفت
حقا کہ چہ خوش کندہ عقیقِ یمنی را

جس نے بھی تیرے لعل گوں لب دیکھے تو دل (کی آواز) سے کہا یقیناً اس یمنی عقیق کو بہت خوبصورتی سے تراشا گیا ہے۔

خیاطِ ازل دوختہ بر قامتِ زیبا
در قدِ توایں جامۂ سروِ چمنی را

ازل کے خیاط نے تیری خوبصورت قامت پر۔۔۔سروِ سمن کا حسین جامہ تیار کیا ہے۔)

در عشقِ تو دندان شکستہ است بہ الفت
تو نامہ رسانید اویسِ قرنی را

(تیرے عشق میں (اویس قرنی نے) جب اپنے دانت گنوادیئے تو آپ نے اویس قرنی کے نام نامہ بھیجا)

از جامیِ بے چارا رسانید سلامے
بر درگہِ دربارِ رسولِ مدنی را
(بے چارہ جامی کی طرف سے سلام پہنچا دو رسول مدنی کے دربار کے حضور)۔

(مولانا عبدالرحمٰن جامی، 898ھ)

نسیما جانب بطحا گذر کن
ز احوالم محمدؐ را خبر کن

توئی سلطان عالم یا محمدؐ!
ز روئے لطف سوئے من نظر کن

ببر ایں جانِ مشتاقم بہ آں جا
فدائے روضۂ خیر البشر کن

مشرف گرچہ شد جامؔی ز لطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

(صبا پھر جانبِ بطحا گزر کر
میرے احوال کی اُن کو خبر کر

تُو ہی سلطانِ عالم ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کرم اور لطف کی مجھ پر نظر کر

میری مشتاق جاں اُس در پہ لے جا
نثارِ روضۂ خیرُ البشر کر

یہ جامی لطف اُن کا پا چکا ہے
خدایا یہ کرم بارِ دگر کر
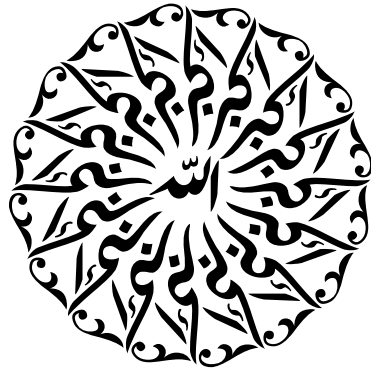
مولانا عبدالرحمٰن جامی (المتوفی 898ہجری

تَنَم فَرسُودَہ جَاں پَارہ
زِہِجراں یا رَسُول اللہ
(میرا جسم نا کارہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے آپ کی جدائی میں، اے اللہ کے پیارے رسول)

دِلَم پَژ مُردَہ آوارَہ
زِعصیَاں یَا رسُول اللہ
(میرا دل بھٹک رہا اور دل کا پھول مُرجھا چکا ہے گُناہوں کہ بوجھ سے، اے اللہ کے پیارے رسول)

چُوں سُوئے مَن گُزر آرِی
مَنِ مِسکیں زِ نَاداری
(کبھی خواب میں اپنا جلوہ دکھا دیں اس عاجزِ مسکین اور غریب نادار سائل کو)

فِدائے نقشِ نعلَینَت
کُنم جَاں یَا رسُول اللہ
(تو میں پھر آپ کے (جوتے کے) نقشِ پا پر فدا ہو جاؤں گا، اے اللہ کے پیارے رسول)

زِکردہ خویش حَیرانم
سِیاہ شد روز عِصیَانَم

(میں نے جو کچھ کیا ہے بہت حیران ہوں روزِ حساب میرا اعمال نامہ گناہوں کی بہتات سے سیاہ ہوگا)

پَشیمَانم پَشیمَانم
پشِیماں یَا رسُول اللہ

(میں انتہائی پشیماں اور سخت شرمندہ ہوں پشیمان ہی پشیمان ہوں، اے اللہ کے پیارے رسول)

زِجَامِ حُبِّ تومَستَم
بَہ زَنجیرِ تو دِل بَستَم

(آپ کی محبت میں، میں مَست ہوں آپ کے عشق کی زنجیر سے میرا دل بندھا ہوا ہے)

نمی گویم کہ مَن ھستم
سُخَن دَاں یَا رسُول اللہ

(میں عاجز اور مِسکین کوئی دعویٰ نہیں کرتا کہ میں ایک بہت بڑا شاعر ہوں، اے اللہ کے پیارے رسول)

چُوں بازُوئے شفاعَت را
کُشائی بَر گُناہ گاراں

(جب روزِ قیامت آپ اپنی شفاعت کا بازو لمبا کر کے گناہ گاروں کے سر پر پھیلا دیں گے)

مَکُن محرومِ جامی را
دَرا آں یَا رسُول اللہ

(اُس روز اِس عاجز جامی کو محروم نہ رکھیے گا اُس جان جوکھوں کی نازک گھڑی میں، اے اللہ کے پیارے رسول)

ز مہجوری برآمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہجر میں دنیا کی جان لبوں پر آ گئی رحم فرمایئے یارسول اللہ! رحم فرمایئے)

نہ آخر رحمۃ للعالمینی
ز محروماں چرا فارغ نشینی

کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سارے عالم کے لئے رحمت نہیں ہیں؟ پھر محروموں سے یہ کتمان/فراغت کیوں ہے؟)

بروں آور سر از برد یمانی
کہ روئے تست صبحِ زندگانی

(یمنی چادر سر سے ہٹا کر اپنا جمال دکھایئے کیونکہ آپ ﷺ کا چہرہ ہی زندگانی کی صبح ہے (نبی اکرم ﷺ کا کفن یمنی چادروں پر مشتمل ہے)

شبِ اندوہ مارا روز گرداں
ز رویت روز ما فیروز گرداں
(ہماری شبِ غم کو دن میں تبدیل کر دیجئے، اپنے جلوہ نمائی سے زندگانی کو کامرانی عطا فرمایئے)

بہ تن در پوش عنبر بوئے جامہ
بہ سر بربند کافوری عمامہ
(معنبر لباس پہن لیجئے اور سر اقدس پر کافوری عمامہ کو جگہ دیجئے)

ادیم طائفی نعلین پا کن
شراک از رشتۂ جانہائے ما کن
(طائف کے ادیم کی بنی ہوئی نعلین پہن لیجئے، اس کے تسموں کی جگہ ہمارے رشتۂ جاں کو کام میں لایئے)

فرود آویز از سر گیسواں را
فگن سایہ بہ پا سرو رواں را
(سر اقدس سے دونوں طرف معنبر گیسو لٹکا لیجئے اور اپنے مناسب قد کا سایہ اپنے قدموں پر ڈالئے)

شورش کاشمیری

ہم پہ ہو تیری رحمت جم جم ----صلی اللہ علیہ وسلم
تیرے ثنا خواں عالم عالم ----صلی اللہ علیہ وسلم

ہم ہیں تیرے نام کے لیوا---اے دھرتی کے پانی دیوا
یہ دھرتی ہے برہم برہم ----صلی اللہ علیہ وسلم

تیری رسالت عالم عالم تیری --- نبوت خاتم خاتم
تیری جلالت پرچم پرچم ----صلی اللہ علیہ وسلم

دیکھ تیری امت کی نبضیں---دوب چکی ہیں ڈوب رہی ہیں
دھیرے دھیرے مدھم مدھم ----صلی اللہ علیہ وسلم

دیکھ صدف سے موتی ٹپکے----دیکھ حیا کے ساغر جھلکے
سب کی آنکھیں پرنم پرنم ----صلی اللہ علیہ وسلم

قریہ قریہ بستی بستی ---دیکھ مجھے میں دیکھ رہا ہوں
نوحہ نوحہ ماتم ماتم ---- صلی اللہ علیہ وسلم

اے آقا اے سب کے آقا---ارض وسما ہیں زخمی زخمی
ان زخموں پہ مرہم مرہم ---صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ

نہ صہبا سے مجھے رغبت نہ ساغر یاد آتے ھیں
مجھے ہر حال میں ساقیِ کوثر یاد آتے ھیں

سفینہ جب گھرا میرا حوادث کے تھپیڑوں میں
پئے تسکین خاطر لب پہ میرے ان کا نام آیا

تمنا ہے کہ گلزار مدینہ اب وطن ھوتا
وہاں کے گلشنوں میں کوئی ا پنا بھی چمن ھوتا

بسراب زندگی اپنی دیار قدس میں ھوتی
وہیں جیتا وہیں مرتا وہیں گورو کفن ھوتا

حقیقت میں انھیں کے پاس ہے کونین کی دولت
نظر جن اہل دل کو جلوۂ حسن تمام آیا

نہ آتے گر محمد مصطفی دنیاکے گلشن میں
نہ اس گیتی پہ کچھ ہوتا نہ یہ چرخِ کہن ہوتا

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے ہوتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی

بوقتِ مرگ لب پر ہو درودِ مصطفی جاری
مکمل اس طرح ہو حبِّ ختم المرسلیں میری

حضرت مولانا وقاری صدیق احمد صاحب باندوی قدس سرہ

دواؤں سے طبیعت رو بصحّت ہے نہیں میری
طبیعت مضطرب ہے اب نہیں لگتی کہیں میری

نہیں سمجھا کوئی اس درد کو یہ درد کیسا ہے
دواؤں سے شفا ہرگز نہیں ہرگز نہیں میری

علاج اس کا فقط یہ ہیکہ طیبہ ہونگا ہوں میں
دیارِ قدس میں اشکوں سے تر ہو آستیں میری

احمد ندیم قاسمی

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیرا

تہ بہ تہ تیرگیاں ذہن پہ جب لوٹتی ہیں
نور ہو جاتا ہے کچھ اور ہویدا تیرا

کچھ نہیں سوجھتا جب پیاس کی شدت سے مجھے
چھلک اٹھتا ہے میری روح میں مینا تیرا

پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ ہے تیرا کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

دستگیری میری تنہائی کی تو نے ہی تو کی
میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا

لوگ کہتے ہیں سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا

تو بشر بھی ہے مگر فخرِ بشر بھی تو ہے
مجھ کو تو یاد ہے بس اتنا سراپا تیرا

میں تجھے عالمِ اشیاء میں بھی پا لیتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ ہے عالمِ بالا تیرا

میری آنکھوں سے جو ڈھونڈیں تجھے ہر سو دیکھیں
صرف خلوت میں جو کرتے ہیں نظارا تیرا

وہ اندھیروں سے بھی درّانہ گزر جاتے ہیں
جن کے ماتھے میں چمکتا ہے ستارا تیرا

ندیاں بن کے پہاڑوں میں تو سب گھومتے ہیں
ریگزاروں میں بھی بہتا رہا دریا تیرا

شرق اور غرب میں نکھرے ہوئے گلزاروں کو
نکہتیں بانٹتا ہے آج بھی صحرا تیرا

اب بھی ظلمات فروشوں کو گلہ ہے تجھ سے
رات باقی تھی کہ سورج نکل آیا تیرا

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تاحشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ھے مسجدِ اقصیٰ تیرا

احمد ندیم قاسمی

دنیا ہے ایک دشت تو گلزار آپ ہیں
اس تیرگی میں مطلعِ انوار آپ ہیں

یہ بھی ہے سچ کہ آپ کی گفتار ہے جمیل
یہ بھی ہے حق کہ صاحبِ کردار آپ ہیں

ہو لاکھ آفتابِ قیامت کی دھوپ تیز
میرے لیے تو سایۂ دیوار آپ ہیں

مجھ کو کسی سے حاجتِ چارہ گری نہیں
ہر غم مجھے عزیز کہ غم خوار آپ ہیں

انسان مال و زر کے جنوں میں ہے مبتلا
اس حشر میں ندیم کو درکار آپ ہیں

خاتمہ

ناول، رسائل اورسوشلستان کی سیر میں انہماک واشتغال کی بجائے آج کے دور میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے مطالعے سے اپنے دلوں میں عشقِ رسول کی شمع روشن کیجئے ، اس رنگ میں خودکو رنگنے کی کوشش کیجئے! اصلاح حال اور اصلاح

معاشرہ کے لئے دنیائے انسانیت کے سب سے بڑے اور بے داغ راہ نما ورہبراور مبلغ و مصلح کی سیرت وکردار کی اتباع وپیروی سے بہتر کوئی دوسرا نسخہ اکسیر دست یاب نہیں!

فتنوں اورمختلف سماجی اضطرابات و بے چینیوں کےاس دور میں امن وسکون اور فوز وفلاح کے لئے اسی نبی رحمۃ للعالمین کی سیرت سے روشنی حاصل کرنے کی ضرورت ہےجس نے شتر بانوں کو جہاں بان بنا دیا تھا، اللہ تعالیٰ اس امت کو پھر اسی راہ کی طرف پلٹ جانے کی توفیق بخشے،آمین یارب العالمین

امیدوارشفاعت:
شکیل منصور القاسمی
بیگوسرائے

اللّٰه نور السموات والأرض